خونی ڈاکٹر

ناول

اظہار اثر

Altaf Hussain
Batamaloo

4/5/82

چچا بک ڈپو پھاٹک حبش خاں

دہلی

Rs 3.50.

انتساب

اپنے عزیز دوست رضا اللہ انصاری (ایم۔ ایس۔ سی) کے نام

اظہار اثر

مقدمہ

زندگی میں پہلی بار ایک مقدمہ لکھنے بیٹھی ہوں ـــــ پہلے میں کتابوں میں دوسروں کے لکھے مقدمے پڑھ کر یونہی ناک بھنویں چڑھا لیتی تھی۔ لیکن اب جبکہ خود لکھنے بیٹھی تو پتہ چلا مقدمہ لکھنا اتنا آسان نہیں جتنا بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے۔

اور خاص طور پر یہ کام اسوقت اور بھی مشکل ہو جاتا ہے جب مصنّف سے رسم و راہ ذرا قریبی ہو۔ میں اظہار صاحب کو ان کے ناولوں کے ذریعہ ایک عرصہ سے جانتی ہوں ـــــ خوش قسمتی سے ان سے تعارف بھی ہو گیا ـــ اسوقت مجھے پتہ چلا کہ اظہار اثر صاحب ناول نگار کے علاوہ ایک "اچھے" انسان اور مخلص دوست بھی ہیں۔ اظہار صاحب نے جس کم عمری میں اور جتنی مختصر حالات میں اُردو ادب میں اپنے لئے مقام بنایا ہے۔ اسکی مثال ملنا مشکل ہے ـــ مسرّت

کی بات ہے کہ وہ عام ادیبوں کی طرح صرف انگریزی ناولوں اور افسانوں کے چربے ہی نہیں اتارتے بلکہ طبع زاد ناول بھی لکھتے ہیں۔ انگریزی ناولوں کے ترجمے وہ مجبوری کی حالت میں کرتے ہیں۔ زیر نظر "خونی ڈاکٹر" بھی انوکھا طبع زاد ناول ہے مجھے اظہار صاحب نے اسکا مسودہ پڑھنے کے لئے دیا تھا۔ اس سے بیشتر میں اس سلسلہ کے باقی تین ناول "ناگن" "ناگن دوم" اور "شیمونہ" پڑھ چکی ہوں ـــــ ناگن کے سلسلہ کے یہ تین چار ناول لکھ کر اظہار صاحب نے اُردو ادب میں ایک نئی صنعت کی بنیاد ڈالی ہے۔ خوبی کی بات یہ ہے کہ اس سلسلہ کے یہ چاروں ناول ایک ہی کہانی کے الگ الگ حصّے ہونے کے باوجود اپنی اپنی جگہ مکمل ناول ہیں۔ آپ ان میں سے کوئی ناول اٹھا کر پڑھ لیجیے آپ کو تشنگی محسوس نہیں ہوگی ـــــ لیکن اگر آپ چاروں ناول ایک ساتھ ترتیب وار پڑھیں گے تو آپ کو اور زیادہ لُطف آئے گا۔ اور یہ سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا ان ناولوں کو نہ خالص جاسوسی کہا جاسکتا ہے اور نہ محض رومانی۔ یہ ناول جاسوسی بھی ہیں اور رومانی بھی ـــــ پلاٹ کے لحاظ سے ناول اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اسقدر جاذبیت اور تاثر ہے کہ ناول کا ایک صفحہ پڑھنے کے بعد بغیر ختم کئے ہاتھ سے رکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ زبان اور سلاست کے بارے میں میں کچھ اس لئے نہیں کہہ سکتی کہ اظہار اثر یو۔ پی کے زبان داں گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اپنے دلکش اندازِ تحریر کے باعث ہی انھوں نے ادبی دنیا میں یہ مقام حاصل کیا ہے۔

خوبصورت تشبیہوں، دلکش استعاروں اور روح فزا محاکات کی ان کے

ہاں کمی نہیں ہوتی۔ وہ لکھنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتے۔ اپنے ذہن کی تمام رعنائیاں صفحۂ قرطاس پر الفاظ کی شکل میں بکھیر دیتے ہیں۔

مجھے اظہار صاحب کی ڈاک کئی بار دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ میرے خیال میں کوئی روز ایسا نہیں ہوتا جب "ناگن" کے سلسلہ کے تمام ناولوں کے بارے میں تعریفی خط انھیں موصول نہیں ہوتے ــــ لیکن مشکل یہ ہے ہر صاحب خط لکھنے کے بعد متوقع ہوتے ہیں کہ اظہار صاحب انھیں جواب ضرور دیں۔ اظہار صاحب کے لئے بڑی وقت کا سامنا ہوتا ہے۔ وہ بیچارے حیران ہوتے ہیں کہ اتنے خطوط کا جواب کس طرح دیں ــــ انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ مقدمہ لکھتے وقت میں ان کی جانب سے خطوط بھیجنے والے تمام حضرات کا شکریہ ادا کر دوں ــــ کیونکہ ذاتی طور پر ہر صاحب کو جواب دینا سخت مشکل ہے۔

اس ناول کے بارے میں بھی وہ اپنے ناظرین کی صحیح رائیں معلوم کرنے کے مشتاق رہیں گے۔ ان کا پتہ پچھلی دو تین کتابوں پر چھپ چکا ہے۔ میں بھی تحریر کئے دیتی ہوں ــــ آپ "خونی ڈاکٹر" پڑھ کر مندرجہ ذیل پتہ پر اپنی رائے ضرور تحریر فرما دیں۔ لیکن خدا کے لئے جواب کا مطالبہ نہ فرمائیں۔

پتہ یہ ہے :۔ اظہار اثر ۱۲۶۰ کلاں محل۔ دہلی۔

اگرچہ یہ چند الفاظ مقدمہ کی پوری طرح خانہ پُری نہیں کرتے۔ لیکن آخر کیا لکھوں ــــ اظہار صاحب کا تعارف کرانا اس لئے بے فائدہ ہے کہ وہ میرے تعارف کے بغیر ہی اُردو داں حلقے میں شہرت رکھتے ہیں۔ رہی ناول کی بات تو ناول مارکیٹ میں آنے کے بعد اپنا تعارف خود کرا لیتے ہیں ــــ اصل

ہیں تو اظہار صاحب کے ناول مقدموں اور پیش لفظوں کی حد سے بہت دور آگے بڑھ چکے ہیں۔ لیکن چونکہ ہر کتاب کے ساتھ یہ رسم ضروری ہے اس لئے پوری کرنی پڑ رہی ہے۔ میں اظہار صاحب کی اس ستم ظریفی پر بھی حیران ہوں کہ آخر انھوں نے مجھے ہی اس ناول کا مقدمہ لکھنے کے لئے کیوں انتخاب کیا۔؟ — بہر حال یہ ان کا اپنا کام تھا — میرا جو فرض تھا وہ میں پورا کر رہی ہوں اور دعا گوں ہوں کہ انکا یہ ناول بھی دوسرے ناولوں کی طرح قبول عام کا شرف حاصل کرے۔

فقط نزہت

پُراسرار حادثہ

الیکٹرک ٹرین دندناتی ہوئی پلیٹ فارم میں داخل ہوئی اور ایک ہلکے سے جھٹکے کے ساتھ رک گئی ــــــ محمود نہ جانے کس خیال میں گم بیٹھا تھا کہ اُسے اسٹیشن کے آنے اور گاڑی کے رُکنے کا احساس تک نہ ہوا۔ میں نے اس کا شانہ پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اُٹھو میرے دوست اسٹیشن آگیا ہے ــــــ"

محمود نے نشہ میں مخمور آدمیوں کی طرح ایک انگڑائی لی۔ مُسکرا کر میری جانب دیکھا۔ اور اُٹھ کر ساتھ ہو لیا ــــــ

ہم دونوں گاڑی سے اتر کر باہر جانے والے دروازے کی جانب بڑھے ــــــ گاڑی سے اتنی ہی دیر میں لوگوں کا ایک انبوہ کثیر اُتر کر پلیٹ فارم پر اکٹھا ہو گیا تھا۔ اور آہستہ آہستہ دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ کچھ لوگ ابھی

ڈبوں سے اتر رہے تھے - اور کچھ سوار ہو رہے تھے - ہم دو قدم آگے بڑھے تو برابر والے فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ سے ادھیڑ عمر کا ایک خوش پوش شخص اترا - اور اس کے پیچھے ہی ایک نوجوان حسینہ ہاتھوں میں کاغذات کی ایک فائل لئے ہوئے اتری -

لڑکی غیر معمولی طور پر دلکش تھی - اس لئے قدرتی بات تھی کہ ہم دونوں کی نگاہیں اس کے چہرے پر جم کر رہ گئیں -

اس کی عمر بیس یا بائیس سال سے زائد نہ ہوگی ـــــ کھلتا ہوا چمپئی رنگ تھا - بھونرے کی طرح کالی آنکھوں کو کاجل کی تحریر نے زبان بخش دی تھی ـــــ باریک باریک ہونٹوں پر ہلکی سی سرخی بھی لگی ہوئی تھی ـــــ اوپر کے ہونٹ کا خم خاص طور پر بڑا دل آویز تھا ـــــ

اس وقت وہ پیازی رنگ کی ساڑھی میں ملبوس تھی ـــــ اور اس کے انداز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ ادھیڑ عمر کے خوش پوش شخص کے ساتھ ہے گاڑی سے اتر کر دو قدم چلنے کے بعد اس نے اپنے ساتھی سے بڑے مودبانہ انداز میں کچھ پوچھا اس شخص نے سر ہلا کر کچھ جواب دیا ـــ لڑکی نے ایک لمحہ کیلئے رک کر چاروں طرف جستجو کی نظر سے دیکھا اور پھر اپنے ساتھی کے پیچھے پیچھے چل پڑی ـــــ

ہم دونوں بھی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھے مگر اس قدر آہستہ تھی - کہ چند لمحوں میں ہی وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے

"چلیئے حضرت "۔ یکایک محمود نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ۔ "اب تو وہ چلی گئی ہے ۔۔۔۔ ذرا قدم بڑھا کر چلیئے۔"

"ٹھہرو ذرا بھیڑ نکل جانے دو" ۔۔۔۔ میں نے آہستہ سے کہا ۔۔۔۔ اور ہم دونوں اسی جگہ ٹھہر کر راستہ صاف ہو جانے کا انتظار کرنے لگے۔

لیکن ابھی ہمیں کھڑے ہوئے زیادہ سے زیادہ دو منٹ گذرے ہوں گے۔ کہ لوگوں کے انبوہ کثیر میں سے کسی مرد کی ایک بھیانک چیخ کی آواز سنائی دی۔ گردونواح کے تمام آدمی اس چیخ کو سن کر چونک پڑے ۔۔۔۔ اور دوسرے ہی لمحے کوئی بیس گز کے فاصلے پر ایک جگہ لوگوں کا ٹھٹ لگ گیا۔ میں نے اور محمود نے ایک دوسرے کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ اور پھر آپس میں کچھ کہے بغیر تیزی سے اس جمگھٹے کی جانب دوڑ پڑے لیکن لوگوں میں کسی واقعہ پراسرار کے باعث اس قدر جوش پھیلا ہوا تھا۔ کہ باوجود کوشش کے ہمیں آگے بڑھنے کا راستہ نہ مل سکا۔ چاروں طرف سے لوگوں کا سیلاب بڑھتا چلا آرہا تھا۔ اور ایک جگہ اکٹھا ہوتا جارہا تھا ۔۔۔ طرح طرح کی چہ میگوئیاں بھی شروع ہو گئیں تھیں۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ کسی نے کسی کو قتل کر دیا ہے کوئی کہہ رہا تھا کہ "بیچارہ بیمار تھا بے ہوشی کا دورہ پڑ گیا ہے" ۔۔۔۔ لیکن اصل وجہ کسی کو بھی معلوم نہ تھی ۔ عوام کا حلقہ توڑ کر اندر گھسنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔

آخر چند منٹ کے بعد ریلوے پولیس کے ایک دستہ نے موقعہ واردات

پر پہنچ کر انتظام اپنے ہاتھ میں لیا ـــــ اور لوگوں کی بھیڑ چھٹنی شروع ہو گئی ـــــ تھوڑی دیر کے بعد ہی پولیس نے مسافروں کو دھکیل دھکیل کر پلیٹ فارم سے باہر نکال دیا ـــــ ہمیں بھی وہ لوگ باہر نکالنے والے تھے۔ کہ یکایک سرکاری ڈاکٹر مسٹر مہتہ کی نظر ہم پر پڑ گئی۔

"ہیلو مسٹر اسلم" ـــــ ڈاکٹر مہتہ نے پر جوش انداز میں آگے بڑھ کر ہم سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا ـــــ "سناؤ بھئی محمود مزاج تو اچھے ہیں۔ بمبئی کب آئے" ـــــ ؟

"کل آئے تھے" ـــــ ؟ محمود نے جواب دیا۔

"عجیب بے مروت شخص ہو" ـــــ ڈاکٹر مہتہ نے منہ بنا کر کہا ـــــ "کل آئے تھے اور خبر تک نہ کی ـــــ ٹھیرے کہاں ہو" ؟

"ہوٹل میں" ـــــ

"کیوں ؟ کیا غریب خانے کا راستہ بھول گئے تھے"۔

"یہ بات نہیں" ـــــ میں نے ہنستے ہوئے کہا ـــــ "بغیر کسی ارادے کے اچانک بمبئی آنے کا پروگرام بن گیا ـــــ اس وقت ہم لوگ آپ سے اور چند دوسرے دوستوں سے ملنے کے لئے ہی باندرے سے آئے تھے۔ کہ یکایک پلیٹ فارم پر یہ ہنگامہ ہو گیا" ـــــ

"اوہ ! ہاں میں تو بالکل بھول گیا" ـــــ یکایک ڈاکٹر مہتہ کو اپنا فرض یاد آیا۔ تو وہ رسمی تعلقات چھوڑ کر پھر اس طرف کو چل پڑے جدھر پولیس

کی ایک جماعت کھڑی تھی ——— وہ پولیس کا سپاہی جو ہم دونوں کو اس جگہ سے ہٹانے کے لئے آیا تھا وہ ہمیں ڈاکٹر مہتہ کا شناسا جان کر دوسری جانب متوجہ ہو گیا تھا ———

"آؤ آؤ میرے ساتھ آؤ" ——— ڈاکٹر مہتہ نے ہمیں رکتے ہوئے دیکھکر کہا ———

"معاملہ کیا ہے ——— ؟" میں نے ان سے سوال کیا ———

"یہ تو ابھی مجھے بھی نہیں معلوم" ——— ڈاکٹر مہتہ نے جواب دیا ——— "اتفاق کی بات ہے کہ میں ایک سرکاری کام کے سلسلے میں اسٹیشن پولیس چوکی پر آیا ہوا تھا - کہ یکایک ایک سپاہی دوڑتا ہوا آیا کہ پلیٹ فارم پر کوئی حادثہ ہو گیا ہے ——— انسپکٹر پولیس حفظ ماتقدم کے طور پر مجھے بھی ساتھ کھینچ لایا" -

ہم تینوں اب اس جگہ پہنچ چکے تھے - جہاں پہلے لوگوں کا ایک انبوہ کثیر جمع تھا ——— اس جگہ اب صرف آٹھ دس معزز آدمی اور دس بارہ پولیس کے سپاہی کسی چیز کے چاروں طرف حلقہ بنائے کھڑے تھے -

ڈاکٹر مہتہ کو دیکھکر سپاہیوں نے ان کے آگے بڑھنے کیلئے راستہ چھوڑ دیا ——— اس وقت پہلی بار ہم نے دیکھا کہ وہی ادھیڑ عمر کا خوش پوش شخص فرش پر بے جان پڑا تھا - اور وہ نہ معلوم حسینہ اس کے سرہانے بیٹھی ہوئی متوحش نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی ———

ڈاکٹر مہتہ نے آگے بڑھکر چارج فوراً اپنے ہاتھ میں لے لیا ـــــ
اور لوگوں کو ایک جانب ہٹنے کا اشارہ کر کے اس شخص کی نبض دیکھنے لگے۔
ـــــ میں اور محمود حیرت سے بت بنے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھنے
لگے ـــــ ایک منٹ بعد ہی ڈاکٹر مہتہ مایوسی کے انداز میں سر ہلاتے
ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جس سے میں نے سمجھ لیا کہ وہ بیچارا ختم ہو چکا
ہے ـــــ

"کیوں کیا ختم ہو گیا ـــــ" ؟ محمود نے بے تابی سے پوچھا ـــــ
"افسوس! اب کچھ بھی باقی نہیں رہا" ـــــ ڈاکٹر مہتہ نے مایوسی
سے جواب دیا ـــــ پھر انہوں نے انسپکٹر پولیس کو مخاطب کر کے کہا۔
"مہربانی کر کے موقعہ واردات کے فوٹو لیکر لاش کو فوراً پولیس چوکی
میں لے چلو تاکہ اطمینان سے معائنہ کر کے کوئی رائے قائم کی جا سکے"۔
انسپکٹر نے تعظیماً سر خم کیا اور سپاہیوں کو ہدایات دینے لگا ـــــ
میں نے آگے بڑھکر ڈاکٹر مہتہ کے کان میں کہا ـــــ
"یہ جتنے شخص یہاں موجود ہیں انہیں بھی ابھی نہ جانے دیا جائے۔
بلکہ پولیس چوکی لے چلیئے تاکہ واردات کا صحیح حال معلوم ہو سکے"۔
"ہاں ـــــ آپ نے ٹھیک کہا" ـــــ ڈاکٹر مہتہ نے جواب دیا۔ اور
پھر انہوں نے انسپکٹر کو دبی زبان میں کچھ مشورہ دیا ـــــ انسپکٹر نے سر ہلا کر
کچھ نئی ہدایات جاری ـــــ کرنا شروع کر دیں۔

وہ لڑکی نہایت پریشانی کے عالم میں وحشیوں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی ـــــ اس غیر متوقعہ حادثہ نے اس کے اوسان خطا کر دیئے تھے۔ میں آگے بڑھکر اس کے قریب جا کھڑا ہوا ـــــ اور تسلی آمیز لہجہ میں بولا ـــــ

"مجھے سخت افسوس ہے مس ..... کہ آپ کے ساتھ یکایک یہ حادثہ پیش آگیا ـــــ کیا میں آپ کا اور مرحوم کا نام پوچھ سکتا ہوں"؟

"جی!" ـــــ پہلے تو وہ یکایک گھبرا گئی۔ لیکن پھر فوراً ہی اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے بولی ـــــ "جی ہاں ـــــ ضرور ـــــ میرا نام سمینہ ہے اور میں آپکی پرائیویٹ سیکریٹری تھی" ـــــ؟ اس نے لاش کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ـــــ

"اور یہ صاحب کون ہیں"؟

"یہ ـــ انہیں نہیں جانتے آپ"؟ اس نے کسی قدر حیرانی سے کہا ـــ "یہ بمبئی کے مشہور جوہری سیٹھ رحمت بھائی ہیں ـــ؟"

"اوہ! سیٹھ رحمت بھائی ہیں ـــــ میں نے بھی کسی قدر تعجب کے لہجہ میں کہا ـــــ کیونکہ میں سیٹھ رحمت بھائی کا نام دولت مند جوہری کی حیثیت میں کئی بار اخباروں میں دیکھ چکا تھا۔

میں ابھی کچھ سوالات سمینہ سے کرنے والا تھا۔ کہ یکایک ڈاکٹر مہتہ نے آگے بڑھکر میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ـــــ

آئیے مسٹر اسلم پولیس کی چوکی تک چلتے ہیں —— وہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ میں نے لاش کو فوراً پولیس چوکی پہنچانے کی ہدایات دے دی ہیں۔

"چلیئے ——" میں نے کہا —— پھر کچھ سوچ کر میں نے سمینہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر مہتہ سے کہا ——

"بہتر ہو کہ آپ کو بھی ساتھ ہی لے چلیئے ——؟"

ڈاکٹر مہتہ نے سمینہ کی جانب دیکھ کر مجھے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو میں نے کہا —— "ابھی ابھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ مس سمینہ، مرحوم سیٹھ رحمت بھائی کی پرائیویٹ سیکریٹری ہیں۔ اس لئے آپ سے صحیح حالات جاننے میں بڑی مدد ملے گی۔ آپ بھی سمینہ کے ساتھ ہی چلیں ——؟

"مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی ——" ڈاکٹر مہتہ نے سمینہ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا —— لیکن افسوس ہے کہ ہماری ملاقات ایسے منحوس وقت ہوئی ہے ——؟"

سمینہ نے جواب میں کچھ رسمی الفاظ کہے اور ہمارے ساتھ پولیس چوکی کی جانب چل پڑی۔

تحقیق

آدھے گھنٹے کے اندر اندر لاش پولیس چوکی میں آگئی ——— اور وہ تمام اصحاب بھی آگئے جو موقعۂ واردات پر تھے۔ پلیٹ فارم سے چوکی زیادہ دور نہیں تھی۔ اتنی دیر صرف اس لئے لگی کہ پولیس فوٹوگرافر کے آنے میں دیر ہو گئی تھی۔

تحقیق باقاعدہ شروع کرنے سے پہلے ڈاکٹر مہتہ نے میرا تعارف انچارج پولیس اسٹیشن اور دوسرے افسروں سے کرایا ——— جب انہیں معلوم ہوا کہ میں زہروں کا ماہر ڈاکٹر ہوں اور کسی زمانہ میں ڈاکٹر مہتہ کے ساتھ ملکر زہروں اور سانپوں پر تحقیقات کرتا رہا ہوں۔ تو وہ میری شخصیت سے کچھ مرعوب سے ہو گئے ———

اس کے بعد ڈاکٹر مہتہ نے اور میں نے ملکر ایک بار پھر لاش کا طبی

معائنہ کیا ــــ لیکن نتیجہ اس کے سوائے کچھ نہیں نکلا کہ مرحوم اچانک مر گیا ہے ــــ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس کے جسم پر کوئی نشان تک نہ تھا ــــ پہلے چیخ کی آواز سن کر میرا خیال تھا کہ شاید کسی نے کسی کو قتل کر دیا ہے لیکن وہاں کسی زخم کا تو کیا ایک سوئی چبھنے کا نشان بھی نہ تھا۔ ــــ

ڈاکٹر مہتہ اور میں لاش کا معائنہ کرنے کے بعد سخت حیرت میں تھے کہ آخر بدنصیب سیٹھ کی موت کس طرح پیش آئی ہے ــــ

آخر طے یہ پایا کہ ایکبار ان لوگوں کے بیانات سن لئے جائیں اس کے بعد ہی کوئی نتیجہ قائم کیا جائے ــــ

چنانچہ میں نے ڈاکٹر مہتہ کی اجازت سے ان لوگوں سے چند سوالات پوچھے۔ یہ وہ اصحاب تھے۔ جو اسوقت مرحوم کے بالکل قریب تھے۔ جب وہ چیخ مار کر فرش پر گرا ــــ تمام لوگ صورت شکل سے معزز اور شریف معلوم ہوتے تھے۔ اور پولیس کو ہر قسم کا تعاون دینے کے لئے تیار تھے۔

سمینہ کے علاوہ ان تمام لوگوں سے پوچھ گچھ کے بعد جو معلومات حاصل ہوئیں ان کا خلاصہ یہ تھا کہ سیٹھ رحمت بھائی بڑے اطمینان کے ساتھ تندرست اور خوش و خرم آدمیوں کی طرح چلے جا رہے تھے۔ کہ یکایک چلتے چلتے وہ اس طرح رکے جیسے سامنے کوئی خوفناک چیز آگئی ہو ــــ ان کا ایک ہاتھ جو کوٹ کی جیب میں پڑا ہوا تھا تیزی سے اٹھا اور گلے کے پاس جا کر رک گیا ــــ دوسرے ہی لمحے انہوں نے اچانک ایک چیخ ماری اور شرابیوں کی طرح لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑے ــــ گرتے وقت ان کی آنکھوں سے سخت خوف اور سخت

تکلیف کے آثار ظاہر تھے ——— اور فرش پر گرنے کے بعد صرف ایکبار انکے جسم میں ایک جھٹکا سا محسوس ہوا ——— بس اس کے بعد پھر ان کے جسم کے کسی عضو کو حرکت نہیں ہوئی ——— گویا زمین پر گرتے ہی جان نکل گئی

"عجیب کیس ہے ———؟"

تمام حالات معلوم کرنے کے بعد میں نے ڈاکٹر مہتہ سے کہا ———

"اگر موت حرکت قلب بند ہونے کے باعث پیش آئی ہے - تو بھی اسقدر جلد جان نکل جانا ناممکن ہے - ایسا کوئی واقعہ کم از کم میرے سننے یا دیکھنے میں نہیں آیا - کہ ایک تندرست شخص ابھی اچھا بھلا چلا جا رہا ہے - اور ابھی چیخ مار کر صرف چند سیکنڈ کے عرصہ میں جان دیدے"

"واقعی ———" ڈاکٹر مہتہ نے اپنی ٹھوڑی کو مسلتے ہوئے کہا

"حادثہ بڑا عجیب ہے ——— لیکن ذرا اب مس سمینہ سے بھی تو معلومات کر لو ——— ہو سکتا ہے - وہ دل کے کسی عارضہ میں مبتلا ہو ———"

"مجھے امید نہیں ———" میں نے کہا ——— "پھر بھی دریافت حال کرنا ہمارا فرض ہے ———"

یہ کہکر میں نے مس سمینہ کو اس کمرے میں بلوایا جہاں ہم تین چار اشخاص تمام گواہوں کے بیانات لے رہے تھے -

سمینہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی تھی - ——— اس کے چہرے پر اداسی اور پریشانی کے ملے جلے آثار تھے ——— وہ

خود بھی اس اچانک حادثے کے لئے تیار نہ تھی۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ سیٹھ رحمت بھائی ہر طرح تندرست اور چاق چوبند آدمی تھا۔

ثمینہ کے کرسی پر بیٹھ جانے کے بعد ڈاکٹر مہتہ نے اس سے سوال کیا۔

"مس ثمینہ آپ کو رحمت بھائی کے ہاں ملازم ہوئے کتنا عرصہ گذر چکا ہے ——— ؟"

"تقریباً چار ماہ ———"

"آپ ان کی پرائیویٹ سکریٹری تھیں ——— ؟"

"جی ہاں"

"میرا مطلب ہے ؟ ——— کیا آپ ان کے تمام رازوں سے واقف تھیں" ——— ؟

"بہت زیادہ نہیں" ——— ثمینہ نے جواب دیا ——— "میرا کام صرف اتنا تھا کہ میں ان کے پرائیویٹ خطوط کے جواب لکھوں اور ان سے ملنے کے خواہشمند حضرات سے ملاقات کے اوقات کا تقرر کروں ———"

"کیا آپ کی رائے میں سیٹھ رحمت بھائی دل کے کسی عارضہ میں مبتلا تھے ——— ؟"

"جی بالکل نہیں ——— بلکہ وہ اکثر ہنس کے کہا کرتے تھے۔ کہ میرا دل میرے تمام اعضاء سے زیادہ مضبوط ہے" ——— ؟

"کیا وہ شراب پینے کے عادی تھے ———" یکایک میں نے سوال کیا۔

"جی ہاں ـــــ لیکن وہ بہت کم مقدار میں شراب پیتے تھے ـــــ صرف اتنی کہ ہلکا سرور ہو جائے ـــــ

"کیا وہ دفتر جانے سے پہلے بھی ایک آدھ پیگ پیتے تھے ـــــ؟"

"جی نہیں ـــــ زیادہ تر وہ رات کو کلب وغیرہ میں پیتے تھے ـــــ"

"حادثہ کے وقت آپ ان کے ساتھ تھیں ـــــ"

"جی ہاں ـــــ میں ان کے بالکل برابر چل رہی تھی ـــــ"

"پھر کیا واقعہ پیش آیا ـــــ؟"

"کچھ نہیں ـــــ ہم دونوں بھیڑ میں آہستہ آہستہ چل رہے تھے کہ یکایک وہ چلتے چلتے رک گئے۔ اور قبل اس کے کہ میں کچھ سوچ سکتی وہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑے۔ یہ حادثہ دیکھ کر خود میرے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی ـــــ"

ایک لمحہ کے لئے کمرے میں خاموشی چھا گئی ـــــ آخر میں نے طلسم خاموشی توڑتے ہوئے پوچھا ـــــ

"کیا آپ اس بارے میں کوئی رائے ظاہر کر سکتی ہیں۔ کہ سیٹھ صاحب کی موت اچانک کیسے واقع ہو گئی ـــــ جبکہ آپ کو یہ بھی یقین ہے کہ وہ دل کے مریض نہیں تھے ـــــ؟"

"افسوس ہے کہ میں اس بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکتی" ـــــ سمینہ نے جواب دیا۔" میں خود حیران ہوں کہ اسقدر تندرست

آدمی کی اچانک موت کس طرح ہوگئی ——"

اس کے بعد سوالات کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اور ایک بار پھر میں اور ڈاکٹر تھیٹنہ ان حالات کی روشنی میں لاش کا معائنہ کرنے لگے۔

یکایک میرے ذہن میں ایک واقعہ آیا —— اب سے چند سال پیشتر میں نے اخبار میں ایک عجیب وغریب حادثہ کی خبر پڑھی تھی۔ جو اس حادثہ سے بہت کچھ ملتا تھا۔

وہ واقعہ کچھ اس طرح سے تھا کہ کلکتہ میں ریلوے اسٹیشن پر کوئی شخص گاڑی سے اترا۔ لیکن جب وہ اسی طرح بھیڑ میں ملا جلا دروازے کی جانب جا رہا تھا تو یکایک کسی نامعلوم شخص نے اس کے کولھے میں ایک سوئی چبھا دی —— بھیڑ میں یہ کوئی نہ جان سکا کہ سوئی کس نے چبھوئی ہے ——

وہ بدنصیب چیخ مار کر گر پڑا۔ اور چند لمحوں میں ہی اس نے جان دیدی۔ بعد میں جب تحقیق ہوئی تو مرحوم کے کپڑوں میں ایک تیز نوکدار سوئی الجھی ہوئی ملی۔ جس کی نوک ایک مہلک زہر میں بجھی ہوئی تھی۔ اور اس کے کولھے میں اس زہریلی سوئی کے چبھنے کا نیلا نشان موجود تھا۔

یہ حادثہ بھی ننانوے فیصدی اس حادثہ سے ملتا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ سیٹھ رحمن بھائی کے کپڑوں میں کوئی سوئی الجھی ہوئی نہیں تھی۔

پھر بھی میرے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ کیا عجب کوئی ایسا ہی واقعہ پیش آیا ہو۔ لیکن اس حادثے میں زہریلی سوئی چبھونے والا شخص سوئی اپنے ساتھ لے گیا ہو۔

اپنے ان خیالات کا اظہار میں نے ڈاکٹر مہتہ سے کیا۔ تو وہ بھی ان دونوں حادثوں کی مشابہت پر حیران رہ گئے ——— تھوڑے سے سوچ و بچار کے بعد یہ طے ہوا کہ لاش کو دوسرے کمرے میں لے جا کر اور اس کے کپڑے اتار کر اچھی طرح معائنہ کیا جائے۔ ممکن ہے کوئی اس قسم کا نشانہ مل جائے اور یہ معمہ حل ہو جائے کہ یہ ہٹا کٹا تندرست انسان بغیر کسی وجہ کے کیسے مر گیا۔

لاش فوراً اٹھوا کر دوسرے کمرے میں رکھوائی گئی ——— صرف میں اور ڈاکٹر مہتہ معائنہ کرنے کے لئے اندر رہ گئے ——— ہم نے لاش کو بالکل برہنہ کر کے اس کے جسم کے تمام حصے دیکھ ڈالے ——— لیکن بدقسمتی سے کوئی ایسا مشتبہ نشان نظر نہ آیا ——— حتیٰ کہ ڈاکٹر مہتہ نے آتشی شیشہ کی مدد سے دو تین بار لاش کا ایک ایک انچ حصہ بخوبی دیکھ ڈالا۔

تلاش میں ناکام رہنے کے بعد ڈاکٹر مہتہ نے اپنی عینک کے شیشے صاف کرتے ہوئے مایوسی کے انداز میں کہا۔

"افسوس کوئی نشان نہیں ——— اس سے ثابت ہوا کہ وہ زہریلی سوئی والا نظریہ غلط ہے ———"

"ہاں ———" میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا ——— "اب تو موت کی صحیح وجہ لاش کا پوسٹ مارٹم کرنے کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہے ———"

"یہی میرا خیال ہے" ——— ڈاکٹر مہتہ نے جواب دیا ———
"اور پوسٹ مارٹم کے بعد موت کی اصل وجہ معلوم ہونے پر ہی اس نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے۔ کہ موت قدرتی ہے یا غیر قدرتی ———"

"غیر قدرتی" ——— ؟ میں نے ڈاکٹر مہتہ کے الفاظ حیرت سے دہرائے ———

"ہاں ———" ڈاکٹر مہتہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا ——— "میرا مطلب ہے کہ واردات قتل کی تو نہیں ———"

"نہیں ——— میرے خیال سے قتل کی واردات نہیں ہو گی ——— کم از کم ظاہرا حالات تو یہی بتاتے ہیں ———"

چونکہ کافی وقت گذر چکا تھا ——— اس لئے میں نے پھر ملنے کا وعدہ کر کے ڈاکٹر مہتہ سے اجازت چاہی ——— انسپکٹر پولیس نے تمام گواہوں کے پتہ لکھکر انہیں بھی رخصت کر دیا ———

میں اور محمود بھی رخصت ہو کر سمیینہ کے ساتھ پولیس چوکی سے باہر نکلے ——— چند قدم چلنے کے بعد میں نے سمیینہ سے کہا۔

"مس سمیینہ اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک عرض کروں" ——— ؟

"فرمائیے ———" اس نے حیرت سے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے نگاہیں اس کے چہرے پر جما دیں ——— اور الفاظ کو چبا چبا کر کہا ———

سیٹھ رحمت بھائی کی اچانک اور غیر متوقعہ موت سے آپ پریشان بے شک ہیں ـــــ
لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آپ حیران بالکل نہیں ہیں ـــــ"
ایک لمحہ کیلئے سمینہ کے چہرے پر سیاہی کی جھلک سی پیدا ہوئی اور غائب ہوگئی ـــــ محمود ہم دونوں کو گفتگو کا موقعہ دینے کی غرض سے چند قدم آگے چل رہا تھا۔ کیونکہ وہ میری نگاہوں کا مفہوم سمجھنے کا عادی ہو گیا تھا ـــــ
سمینہ نے فوراً ہی اپنے حواس پہ قابو پا لیا اور بولی ـــــ
میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی ـــــ ؟
مطلب بالکل صاف ہے ـــــ " میں نے بدستور اس کے چہرے کو ترچھی نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا ـــــ " اس کی وجہ صرف ایک ہو سکتی ہے ـــــ اور وہ یہ کہ سیٹھ رحمت بھائی کی موت آپکے لئے غیر متوقع نہیں تھی ـــــ ؟"
" یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ـــــ سمینہ نے سرسراتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں کہا ـــــ اور وہ چلتے چلتے ٹھہر گئی ـــــ
" جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کا مطلب بالکل صاف ہے " ـــــ میں نے جواب دیا آپ ابھی کچھ عرصہ پہلے فرما چکی ہیں۔ کہ سیٹھ رحمت بھائی بالکل تندرست تھے۔ ان کا دل کافی مضبوط تھا ـــــ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ان پر کسی ہتھیار سے حملہ بھی نہیں کیا گیا۔

بالکل اچانک اور چند سکنڈ کے عرصہ میں ان کی موت واقع
ہو گئی ہے ـــــ کیا ان حالات میں آپکو پریشانی سے زیادہ حیرانی
نہیں ہونی چاہیئے تھی ـــــ لیکن میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں
کہ آپ کو حیرانی بالکل نہیں ہے ـــــ صرف حادثے کی الجھن
اور پریشانی ہے جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ...." ؟
"مسٹر اسلم ـــــ" یکایک سمینہ نے میری بات کاٹ دی ـــــ
"آپ خدا جانے کیا پہیلیاں کہہ رہے ہیں ـــــ جنہیں میں بالکل نہیں
سمجھ سکتی ـــــ آپ نے مجھے اور زیادہ خوفزدہ کر دیا ہے" ـــــ
"خیر ـــــ" میں نے لاپرواہی سے کہا ـــــ "اگر آپکو یہ ذکر
ناگوار گزرتا ہے تو میں کوئی اور ذکر چھیڑ دیتا ہوں ـــــ ظاہر ہے
کہ میرا اس واقعہ سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے ـــــ میں دہلی کا رہنے
والا ہوں ۔ اور یہاں صرف ایک مہمان کی حیثیت سے ہوں ـــــ"
"جی ہاں ـــــ" سمینہ نے تشکر آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے
کہا ۔ فی الحال آپ اس ذکر کو چھوڑ ہی دیں تو بہتر ہے ـــــ
میں اس وقت ذہنی طور پر سخت پریشان ہوں ۔ ایک دو روز
کے بعد اگر آپ اس معاملے پر گفتگو کرنا چاہیں گے تو
میں بخوشی تیار ہو جاؤں گی ۔ اُس وقت تک امید ہے ۔ کہ
لاش کا پوسٹ مارٹم بھی ہو جائے گا ـــــ"
"تو کیا آپ مجھے دوبارہ ملنے کی اجازت دیں گی ـــــ"

"ضرور ــــــ" اس نے کہا ــــــ "مجھے آپ سے دوبارہ ملکر خوشی ہوگی ــــــ" یہ کہکر اس نے اپنے بٹوے میں سے وزیٹنگ کارڈ نکالا - اور میری جانب بڑھاتے ہوئے بولی ــــــ

"یہ لیجئے یہ میرا ایڈریس ہے ــــــ کل پرسوں جب آپ کو فرصت ملے ضرور تشریف لائیے" میں نے شکریہ کہکر کارڈ لے لیا ــــــ اور سمینہ ہم سے رخصت ہوکر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چلی گئی ــــــ

اس کے بعد محمود نے میرے برابر میں آکر کہنی کا ٹھوکہ دیتے ہوئے کہا :ــــــ

"لڑکی تو زوردار ہے ــــــ کہو کچھ کام بنا ــــــ"

"ہاں لڑکی کافی خوبصورت ہے" میں نے لاپرواہی سے سامنے دیکھتے ہوئے جواب دیا ــــــ "لیکن جتنی حسین ہے اس سے زیادہ پراسرار ہے ــــــ؟"

"پراسرار ــــــ" محمود نے حیرت سے کہا

"ہاں پراسرار" ــــــ میں نے جواب دیا ــــــ "میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ سیٹھ رحمت بھائی کی اچانک موت اس کے لئے غیر متوقع نہیں تھی ــــــ لیکن اصل راز کیا ہے اس کے بارے میں میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا" ــــــ؟

"اسلم ــــــ" محمود نے حیرت اور خوف کے ملے جلے انداز میں کہا ــــــ "بندۂ خدا کہیں تم یہ تو . . . کہنا نہیں چاہتے کہ

اس لڑکی نے ہی کسی طرح سیٹھ رحمت بھائی کو ہلاک کیا ہے —"

"ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو" — میں نے جواب دیا —

"فی الحال فیصلہ کن انداز میں کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا —

جب تک لاش کا پوسٹ مارٹم نہ ہو جائے —"

محمود خاموش ہو گیا — میں نے گزرتی ہوئی ایک ٹیکسی کو روکا اور بیٹھ کر ہم دونوں اپنے ایک پرانے دوست بیرسٹر شہزاد سے ملنے چلے گئے —

Do you want to be

وابستگی کی ایک عجیب [illegible]

دیپا [illegible]

[illegible] ـــ [illegible]

[illegible] جانے کے لیے تیار [illegible]

[illegible] تھا ـــ

"ہیلو ـــ"

"کیا [illegible] ـــ [illegible]

ـــ [illegible]

"اچھا [illegible] ـــ [illegible]

ہوں ـــ"

"اگر اس وقت فرصت ہو [illegible]

"کیوں خیریت ـــ کیا [illegible]"

"جی ہاں ـــــ سیٹھ رحمت بھائی کی لاش کا آج صبح پوسٹ مارٹم ہوا ہے۔ اس پر ذرا غور کرنا ہے ـــــ"

"بہت اچھا بس ابھی آرہا ہوں ـــــ" میں نے جواب دیا اور ریسیور رکھ دیا ـــــ

"کیوں کیا ڈاکٹر مہتہ بلا رہے ہیں ـــــ؟" محمود نے پوچھا۔

"ہاں" ـــــ میں نے جواب دیا ـــــ "تم اگر چاہو تو سینما چلے جاؤ ـــــ میں ان کے پاس ہو آتا ہوں ـــــ"

"کیا معاملہ ہے ـــــ؟"

"وہی سیٹھ رحمت والا معاملہ ہے ـــــ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ پر بحث کرنی ہے ـــــ"

"تو پھر تم تنہا ہو آؤ ـــــ؟"

"ہاں ـــــ اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ تم خواہ مخواہ وہاں "بور" ہو گے ـــــ اس لیے تم پکچر دیکھ آؤ ـــــ"

پروگرام طے ہو جانے کے بعد محمود سینما چلا گیا اور میں ڈاکٹر مہتہ کے مکان کی جانب چل پڑا۔ ڈاکٹر مہتہ اپنے لیبارٹری آفس میں میرے منتظر بیٹھے تھے۔ رسمی سلام دعا کے بعد انہوں نے کہا :ـــــ

"مسٹر اسلم ـــــ بڑی عجیب بات ہے ـــــ سیٹھ رحمت بھائی کی موت واقعی کسی مہلک زہر سے واقع ہوئی ہے ـــــ"

"مہلک زہر سے —" میں نے حیرت سے کرسی پر اچھلتے ہوئے پوچھا —

"ہاں — ایسے مہلک زہر سے جو بہت زود اثر تھا۔ — جس نے آناً فاناً ان کے دل کو بیکار کر دیا۔ اور فوری طور پر موت واقع ہو گئی —"

اس کے معنی یہ ہیں کہ پلیٹ فارم پر چلتے چلتے کسی طرح ان کے جسم میں زہر پہنچایا گیا ہے — لیکن سوال یہ ہے کہ جسم پر کوئی زخم کا نشان نہیں تھا تو زہر کس طرح داخل کیا گیا — ظاہر ہے کہ چلتے چلتے انہوں نے کوئی چیز کھائی یا پی بھی نہیں"۔

"میں تو خود حیران ہوں کہ یہ کیا معاملہ ہے"۔

"کیا آپ نے زہر کی نوعیت کا تجزیہ کیا ہے —؟"

"ہاں کیا تھا"— ڈاکٹر مہتہ نے جواب دیا — "وہ "سائنائڈ" نہیں ہے۔ لیکن سائنائڈ پوٹاشیم کی طرح ہی زود اثر اور مہلک ہے"۔ —؟

یکایک میرے ذہن میں ایک خیال آیا — میں نے کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ صبح ناشتے پر کسی طرح سیٹھ رحمن بھائی کو وہ زہر استعمال کرایا گیا ہو۔ جس کا اثر ایک ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد ہوا ہو —"

"نہیں — میرے خیال میں ایسا ہونا ممکن نہیں ہے"

ڈاکٹر مہتہ نے کہا ـــــ "کیونکہ وہ زہر اسقدر مہلک ہے جس کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے ـــــ مرحوم کے دل کے اندرونی حصے میں اس طرح چھالے پڑے ہوئے ہیں جیسے بہت تیز قسم کا تیزاب ڈالدیا گیا ہو ـــــ اس سے تم زہر کی ہلاکت خیزی کا اندازہ لگا سکتے ہو دراصل انہیں چھالوں کی وجہ سے فوری طور پر موت ہوئی ہے

"لیکن سوال یہ ہے کہ پھر زہر کس طرح استعمال کرایا گیا ہے۔"

"یہی تو تحقیق طلب سوال ہے۔"؟

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے پوچھا ـــــ

"کیا آپ سیٹھ رحمت بھائی کی لاش کا تھوڑا سا خون اپنے ساتھ لائے ہیں"ـــــ ؟

"ہاں ـــــ" ڈاکٹر مہتہ نے جواب دیا ـــــ "مجھے امید تھی کہ تم ضرور اس میں دلچسپی لوگے۔ اس لئے میں ساتھ لے آیا ـــــ"

"تو چلیئے ـــــ میں ذرا لیبارٹری میں خود اس کا تجربہ کرنا چاہتا ہوں ـــــ"

"چلیئے ـــــ" ڈاکٹر مہتہ نے اٹھتے ہوئے کہا ـــــ

ہم دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے لیبارٹری میں پہنچے ـــــ وہاں کی ہر چیز میری جانی پہچانی تھی۔ کیونکہ اس سے پیشتر دسیوں بار میں ڈاکٹر مہتہ کے ساتھ اس لیبارٹری میں کام کر چکا ہوں۔

ڈاکٹر مہتہ نے ایک بڑی سی شیشی مجھے دی جس میں بدنصیب مقتول کا خون تھا ـــــ میں نے پہلے تو اس میں سے ایک قطرہ خون لیکر خوردبین سے اس کا مطالعہ کیا۔ خون کے سرخ خلیوں میں ایک قسم کی بنفشی رنگ کی کسی شئے کے ذرات ملے ہوئے تھے ـــــ جو یقیناً اسی مہلک زہر کے ذرات تھے۔

اس کے بعد میں نے ایک خاص کیمیادی عمل سے خالص خون کی مقدار جس قدر ممکن تھا الگ کر دی یعنی اب جو چیز باقی بچی اس میں زہر زیادہ مقدار میں تھا۔ اور خون کم ـــــ اگرچہ زہر کی یہ مقدار بھی کسی تجربے کے لئے بہت کم تھی۔ پھر بھی چونکہ زہر مہلک تھا۔ اس لئے اس کے نتائج عام زہروں کے مقابلے میں زیادہ واضح ہونے لازمی تھے

ابتدائی کاموں سے فارغ ہو کر میں نے اس زہر کا ایک محلول بنایا۔ اور سرنج میں بھر کر ایک تندرست خرگوش کے جسم میں انجکشن کے ذریعہ داخل کر دیا۔ سوئی چبھنے کی تکلیف سے خرگوش کسمسایا ـــــ اس کے علاوہ کچھ نہیں ـــــ زہر کی مقدار اگرچہ بہت کم تھی۔ پھر بھی میرے اندازے کے مطابق ایک خرگوش کو ہلاک کرنے کے لئے کافی تھی ـــــ لیکن خرگوش زہر کا انجکشن لگنے کے بعد بھی اسی طرح تندرست اور صحیح سالم تھا ـــــ

ڈاکٹر مہتہ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے ـــــ ہم دونوں بہت دیر تک خرگوش کا معائنہ

کرتے رہے۔ ڈاکٹر مہتہ اس کے دل کی حرکتیں گنتے رہے۔ میں آتشی شیشہ سے اس کی آنکھوں کو دیکھتا رہا۔ لیکن خرگوش کے نظام زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"عجیب معاملہ ہے" ــــ آخر کار میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا ــــ

"ہاں واقعی" ــــ ڈاکٹر مہتہ نے چشمہ میں سے جھانکتے ہوئے کہا ــــ "اسقدر مہلک زہر ہے ــــ اگرچہ اس کی مقدار بھی کم ہے۔ تو بھی کچھ نہ کچھ اثر تو خرگوش پر ہونا ہی چاہیئے تھا ــــ

"شاید کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ہو" ــــ میں نے ایک نئے خیال کے زیر اثر کہا ــــ "اس لیئے بہتر ہے کہ اس خرگوش پر نشان لگاکر چھوڑ دیا جائے اور کل صبح اس کا معائنہ کیا جائے"ــــ

"یہ بھی کرکے دیکھ لو" ــــ ڈاکٹر مہتہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا ــــ

میں نے خرگوش کے گلے میں ایک لیبل پر تجربہ کا وقت اور تاریخ لکھکر باندھ دی۔ اور خرگوش کو پنجرے میں چھوڑ دیا ــــ

اس کے بعد ہم دونوں لیباریٹری سے باہر آگئے ــــ

"آؤ چائے پیئں گے" ــــ ڈاکٹر مہتہ نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا" ــــ میں ان کے ساتھ ساتھ ڈرائنگ روم میں چلا گیا ــــ ملازم کچھ دیر کے بعد چائے کا سامان میز پر سجا گیا۔ تو ہم نے چائے پیتے ہوئے پھر اسی مسئلہ پر گفتگو شروع کی ــــ

"یہ کیس تو بالکل اسی طرح عجیب ہے" ۔۔۔ ڈاکٹر مہتہ نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا ۔۔۔۔ "جیسے چند دن پیشتر وہ تمہاری دوست ۔۔۔۔۔۔ کیا نام تھا اس کا ؟ ۔۔۔۔۔۔ ہاں یاد آ گیا شیمونہ کے معاملے میں ہوا تھا"

شیمونہ کا ذکر سن کر میرے جسم میں ایک جھرجھری سی آ گئی ۔۔۔

"خدا کے لئے اس خوفناک عورت کا نام نہ لیجئے ڈاکٹر مہتہ"

ڈاکٹر مہتہ نے مسکرا کر کہا ۔۔۔۔

"لیکن میں نے سنا تھا کہ وہ یہاں جل مرنے کے بعد ایک بار پھر زندہ ہو گئی تھی ۔۔۔ کیا یہ سچ ہے" ؟

"ہاں" ۔۔۔ میں نے خوفزدہ لہجہ میں کہا ۔۔۔ "وہ واقعی زندہ ہو گئی تھی ۔۔۔ سچ پوچھئے تو ڈاکٹر مہتہ مجھے تو اب یہ یقین ہو گیا ہے ۔ کہ شیمونہ اور اس کا محبوب ڈاکٹر عرفان انسان نہیں ہیں ۔۔۔ بلکہ کوئی خوفناک مافوق الفطرت طاقت انہیں حاصل ہے ۔۔۔۔۔۔ دوبار دونوں مر مر کر زندہ ہو چکے ہیں ۔۔۔۔"

"آپ غلط کہہ رہے ہیں" ۔۔۔ ڈاکٹر مہتہ نے کہا ۔۔۔ "وہ مرے نہیں تھے ۔۔۔ بلکہ یہ کہیئے کہ غلطی سے ہم نے انہیں مردہ سمجھ لیا تھا"

"خیر یونہی سمجھ لیجئے" ۔۔۔ میں نے جواب دیا ۔۔۔ "پھر بھی انکی سخت جانی میں کوئی کلام نہیں ہے"!

"اچھا ذرا مجھے پورا واقعہ سنایئے ۔۔۔۔ دوسری بار زندہ

ہونے کے بعد انہوں نے کیا گل کھلائے اور پھر کہاں گئے"____ ڈاکٹر مہتہ نے دریافت کیا____

"کیا آپ نے وہ واقعات اخباروں میں نہیں پڑھے تھے"؟

"پڑھے تھے____ لیکن اخباروں میں اسقدر مختصر حالات درج تھے کہ ان سے کچھ معلوم نہ ہو سکا____ اب جب اس داستان کے ہیرو تم خود ہی موجود ہو تو تم سے بہتر کون اصل واقعات سنا سکتا ہے____"

"ان واقعات کو بھی دو سال گذر چکے ہیں"____ میں نے جواب میں کہا____ اس دوران میں سینکڑوں واقعات ہو گذرے ہیں۔ زمانہ دسیوں کروٹیں لے چکا ہے۔ سینکڑوں غم ہماری زندگی میں داخل ہو کر نقش کہن بن چکے ہیں____"

"پھر بھی مختصر طور پہ تفصیلاً کچھ حالات سناؤ تو سہی____"

"بہت بہتر آپ کو وہ جان فرسا واقعات سننے کا ایسا ہی اشتیاق ہے تو عرض کئے دیتا ہوں____"

یہ کہکر میں نے داستان سنانے کے لئے کھنکار کر ذرا گلا صاف کیا۔ اور کرسی پر پہلو بدلکر آرام سے بیٹھ گیا____

وانی صاحب کے

ماضی کے اوراق

بہت گندے ہیں

حالات اس طرح پیش آئے ـــــ میں نے داستان شروع کرتے ہوئے کہا ـــــ

"زہر خورانی کے ایک کیس کے سلسلے میں تجربات کی غرض سے مجھے کلکتہ جانا پڑا ـــــ وہاں ڈاکٹر جیکسن کے ہاں مہمان کی حیثیت سے ٹھہرا ـــــ کلکتہ پہنچنے کے کوئی ایک ہفتہ کے بعد ڈاکٹر جیکسن کرسمس کی رات کو مجھے ایک کلب گھر میں لے گئے ـــــ وہاں اتفاقاً ایک خوبصورت لڑکی "رین بو" سے خود بخود تعارف ہو گیا ـــــ تھوڑی دیر بعد ہی وہ لڑکی مجھ سے بے تکلف ہو گئی۔ اور ہم دونوں بال روم کی گھٹی ہوئی فضا سے گھبرا کر باہر نکل آئے ـــــ

لیکن پر فضا باغ کے ایک کنج تنہائی میں پہنچنے کے چند منٹ بعد ہی میں

اور دماغ اصلی حالت میں کام کرنے لگا ــــــ"

"لیکن اس بے ہوشی کے عالم میں کیا تم اچھی طرح چل پھر سکتے تھے؟"

"یہی تو اس زہر کی خوبی تھی ــــــ میں اپنی یادداشت بالکل فراموش کر چکا تھا ــــــ یعنی ایک طرح بے ہوش تھا ــــــ پھر بھی اس کے باوجود خواب کی سی حالت میں ہر کام کرتا تھا ــــــ چلنا پھرنا ــــــ کھانا پینا ــــــ تفریح کرنا ــــــ سب کچھ صحیح طور پر کرتا تھا ــــــ حتیٰ کہ ڈاکٹر عرفان کے حکم کے مطابق کئی سخت جرم بھی کئے ــــــ ایک طرح سے یہ سمجھیئے کہ ان دنوں میں ذہنی طور پر ڈاکٹر عرفان اور شیمونہ کا غلام ہو کر رہ گیا تھا"۔

"یہ تو بالکل پریوں جیسی کہانی ہے" ــــــ ڈاکٹر مینہ نے ہنس کر کہا ــــــ "معلوم ہوتا ہے کسی پری نے جادو کر کے تمہیں اپنے قبضہ میں کر لیا تھا" ــــــ

"جی ہاں ــــــ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ جادو زہر کے ذریعہ کیا گیا تھا" ــــــ میں نے ہنس کر کہا۔

"اچھا پھر کیا ہوا ــــــ؟"

"پھر ــــــ دماغ پر چوٹ لگنے کے باعث میں اپنی اصلی حالت پر واپس آگیا ــــــ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ ڈاکٹر عرفان اور شیمونہ مجھے اپنے ہاتھوں کا کھلونا بنا کر مجھ سے ایک نہایت خوفناک انتقام لے رہے ہیں ــــــ ہسپتال میں مجھے ایک نرس ملی جو میرے پراسرار حالات سننے کے بعد

دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہو گیا ــــــ"

"یعنی بے ہوش ہو گئے" ــــــ؟ ڈاکٹر مہتہ نے سوال کیا ــــــ

"جی ہاں کچھ ایسا ہی ہوا ــــــ صحیح واقعہ کیا ہوا ــــــ؟ کس طرح اس لڑکی نے مجھے بے ہوش کیا یہ مجھے علم نہیں ــــــ مختصر یہ کہ اس کے بعد دوبارہ جب مجھے ہوش آیا تو اس رات کو چھ ــــــ طویل ماہ گذر چکے تھے ــــــ"

"ہاں یہ میں نے اخباروں میں پڑھا تھا" ــــــ ڈاکٹر مہتہ نے کہا ــــــ "لیکن یہ ہوا کس طرح"

"یہ ڈاکٹر عرفان کے دماغ کی ایک جدت تھی" ــــــ میں نے جواب دیا ــــــ "اس نے ایک مہلک سانپ کے زہر اور "سائنڈ" زہر کے مرکب سے ایک عجیب و غریب قسم کا زہر ایجاد کیا ــــــ جس کی خوبی یہ تھی کہ وہ انسان کی یادداشت حرفِ غلط کی طرح مٹا دیتا تھا ــــــ زیادہ واضح الفاظ میں یہ کہئیے کہ وہ زہر تحت الشعور اور لاشعور کے تمام حصوں کو مفلوج کر دیتا تھا ــــــ"

"پھر نہیں کس طرح ہوش آیا ــــــ"

"محض اتفاقاً ــــــ میں اپنی بے ہوشی کے عالم میں سڑک پر جا رہا تھا کہ ایک کار سے ٹکرا گیا۔ اور اتفاق سے سر کے ان حصوں پر ضرب شدید لگی جو مفلوج ہو چکے تھے ــــــ چوٹ کے صدمہ سے ان رگوں میں خون کا دوران درست ہو گیا۔ جن پر زہر کا اثر تھا ــــــ

میری دوست بن گئی" ــــ ؟

"یا یہ کہیئے کہ وہ آپ سے محبت کرنے لگی ــــ"

" اصل حقیقت تو یہی ہے ــ" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اور یہ اسی کی مدد کا نتیجہ تھا۔ کہ میں اس خوفناک گورکھ دھندے سے نجات پا سکا ــــ"

"کیا وہ بہت چالاک تھی ــــ"

"آپ کو نہیں معلوم ــــ" میں نے حیرت سے کہا ــــ" وہ دراصل نرس نہیں تھی بلکہ محکمۂ سراغرسانی کی ایک نہایت ہوشیار رکن تھی ــــ اور خاص طور پر حکومت کی جانب سے ڈاکٹر عرفان اور شیمونہ کی تحقیقات پر لگائی گئی تھی ــــ راحیلہ اس کا نام تھا ــــ اور بعد میں ہم دونوں نے شادی کر لی تھی ــــ"

"تو کیا گذشتہ سال اسی لڑکی کا انتقال ہوا تھا" ــــ ؟ ڈاکٹر معینہ نے پوچھا ــــ

"جی ہاں ــــ شادی کو ابھی ایک سال بھی نہ ہوا تھا کہ راحیلہ کا انتقال ہو گیا ــــ اور محمود کی بیوی نوشابہ کا بھی ــــ ان دنوں دہلی میں ایک عجیب وبا پھیلی ہوئی تھی ــــ انسان کو تیز بخار چڑھتا تھا اور دو تین دن کے اندر ہی ختم ہو جاتا تھا ــــ ہم دونوں بدنصیبوں کی بیویاں بھی اسی وبا کا شکار ہو گئیں ــــ"

"ہاں ــــ میں نے اخباروں میں اس وبا کے بارے میں پڑھا تھا

غالباً ڈاکٹروں نے اُسے دماغی بخار تجویز کیا تھا ۔۔۔"

"جی ہاں ۔۔۔ مختصر یہ کہ راحیلہ کی امداد سے میں ڈاکٹر عرفان اور شیمونہ کا راز معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا ۔۔۔ ترکیب یہ سوچی گئی تھی کہ میں دنیا کے لئے اسی طرح نیم پاگل بنا رہوں ۔۔۔ ڈاکٹر عرفان اور شیمونہ بھی سمجھتے رہے۔ کہ میں ان کا اسی طرح ذہنی غلام ہوں ۔ لیکن دراصل میں کمال ہوشیاری سے ان کے راز معلوم کرنے کی جدوجہد کرتا رہوں

آخر میں اور راحیلہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ۔۔۔ ڈاکٹر عرفان کی قتل و خونریزی کا راز ہم پر جلد ہی فاش ہو گیا ۔۔۔ اور ہم نے خوب اچھی طرح سوچ سمجھکر ان کو گرفتار کر کے حوالۂ پولیس کرنے کی ایک تجویز تیار کرلی

لیکن بدقسمتی سے عین اس روز جب رات کو ہم ان مکاروں کو گرفتار کرنے والے تھے۔ مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ۔۔۔ جس کی وجہ سے ہماری تجویز کا حال ڈاکٹر عرفان پر قبل از وقت کھل گیا ۔۔۔ اور وہ اس وقت سے ٹھیک ایک گھنٹہ پہلے کوٹھی چھوڑ کر معہ شیمونہ کے فرار ہو گیا جب ہم پولیس کی مدد لیکر اس پر چھاپہ مارنے کے لئے پہنچے ۔۔۔

فرار کا حال معلوم ہونے کے بعد فوراً پولیس کی گاڑیاں بھی چاروں طرف ان کی تلاش میں روانہ کر دی گئیں ۔۔۔ ایک کار میں، میں، راحیلہ ڈاکٹر جیکسن اور پولیس انسپکٹر بھی ان کے تعاقب میں روانہ ہو گئے ۔۔۔ اور صبح ہوتے ہوتے ہم نے انہیں جا لیا ۔۔۔

لیکن عین اس وقت جب ہم ان تک پہنچنے والے تھے ۔۔۔ ڈاکٹر

عرفان کی کار ایک ایسے خطرناک موڑ پر پہنچ گئی۔ جہاں ایک طرف ایک سینکڑوں فٹ گہرا غار تھا۔ اور دوسری جانب فلک بوس چٹان ـــــ اس جگہ ذراسی لاپرواہی سے کار گہرے کھڈ میں گر سکتی تھی۔ چنانچہ وہی ہوا۔ ڈاکٹر عرفان فرار اور غصہ کے جوش میں احتیاط بھول گیا ـــــ ہماری گاڑی ان کی کار سے کوئی سو گز کے فاصلے پر ہو گی۔ کہ یکایک اس خوفناک موڑ کے دوسری جانب سے ہمیں چیخوں کی آواز سنائی دی۔ اور دوسرے ہی لمحے موٹر غار میں گرنے کا دھماکا سنائی دیا ـــــ

ہم لوگ حادثہ کا تصور کر کے کانپ اُٹھے ـــــ ہم نے اپنی گاڑی روکی اور پیدل موقعہ واردات پر پہنچ کر دیکھا تو کار کے پہیوں کے پھسلنے کے نشان موجود تھے۔ نیچے جھانک کر دیکھا تو دور گہرائی میں کار سے شعلے اٹھ رہے تھے "۔

پوری داستان سننے کے بعد ڈاکٹر مہتہ نے اطمینان کا ایک سانس لیا۔ اور بولے۔

"گویا تم نے اس بار اپنے ازلی دشمن کو سچ مچ ختم کر دیا ـــــ"

"ظاہر تو ایسا ہی ہے" ـــــ میں نے جواب دیا "۔ لیکن سچ پوچھو تو اب بھی کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ مرے نہیں۔ شیمونہ اور عرفان اس مٹی کے بنے ہوئے نہیں ہیں۔ جو اتنی آسانی سے مرنا قبول کر لیں۔ کیا خبر ایک روز پھر وہ زندہ ہو کر مجھ سے انتقام لینے کے لئے مقابلہ پر آ جائیں ـــــ"

"یہ تو تمہارا واہمہ ہے ——" ڈاکٹر مہتہ نے ہنس کر کہا ——
"بھلا مرے ہوئے انسان کیسے زندہ ہو سکتے ہیں ——
"پہلے بھی تو دو بار وہ مر چکے ہیں ——"
"نہیں پہلے مرے نہیں تھے۔ بلکہ ہم نے غلطی سے انہیں مردہ سمجھ لیا تھا ——"
"تو کیا پتہ اس بار بھی غلطی سے ہم نے انہیں مردہ سمجھ لیا ہو —"
"لیکن اس بار جب تم نے اپنے کانوں سے انکی چیخوں کی آواز سن لی اور اپنی آنکھوں سے گہرے کھڈ میں ان کی موٹر کو جلتے ہوئے دیکھ لیا۔ پھر انکی موت میں کیا شک باقی رہ گیا ——"
"صرف یہ شک باقی ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ان دونوں کو جلتے ہوئے یا مرتے ہوئے نہیں دیکھا ——"
"میرے خیال میں اس بار تمہیں ان سے واقعیٔ نجات مل گئی ہے —"
"خدا کرے ایسا ہو ——"
ایک لمحہ خاموش رہ کر پھر میں نے کہا
"آپ شاید اسے میرا واہمہ یا بزدلی سمجھیں —— لیکن نہ جانے کیوں کل سے مجھے یہ وہم ہو رہا ہے کہ شاید شیمونہ اور عرفان مرے نہ ہوں۔ —— شاید وہ زندہ ہوں —— بلکہ کیا عجب سیٹھ رحمت بھائی کی پراسرار موت میں بھی انہیں کا ہاتھ ہو —— کیونکہ اس قسم کے حیرت ناک اور ہیبت ناک زہر ایجاد کرنے کی قابلیت صرف ڈاکٹر

عرفان کے دماغ میں ہے۔ اور کسی شخص میں نہیں ـــــ

اور پھر آپ کے خیال میں کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ عجیب و غریب زہر کے اس شکار کا واقعہ عین اس وقت پیش آیا جب بمبئی آئے۔ مجھے صرف ایک روز ہوا تھا ـــــ لطف کی بات یہ کہ گاڑی سے اترنے کے بعد خواہ مخواہ ہماری توجہ سیٹھ رحمت بھائی اور اس کی نوجوان سیکریٹری سمینہ کی جانب مبذول ہو گئی تھی۔ اور اس کے چند منٹ بعد ہی یہ حادثہ پیش آ گیا ـــــ کیا یہ حیرت ناک بات نہیں ہے" ـــــ ؟

"یقیناً ہے" ـــــ ڈاکٹر مہتہ نے جواب دیا ـــــ "لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ ڈاکٹر عرفان اور شیمونہ کی زہریلی روح نے مقتول کو پراسرار طریقوں سے ہلاک کیا ہے ـــــ ہو سکتا ہے سیٹھ رحمت بھائی کی موت کی تہہ میں کوئی گہری سازش کام کر رہی ہو ـــــ ہو سکتا ہے صرف اتفاقی موت ہو ـــــ"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا" ـــــ میں نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا ـــــ پھر یکایک میں نے سوال کیا ـــــ

"سمینہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ـــــ ؟"

"میرے خیال میں وہ معصوم اور سیدھی سادی لڑکی ہے۔ سیٹھ رحمت بھائی کی موت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ـــــ"

شاید آپ کا خیال درست ہو ـــــ ؟

"کیوں کیا آپ کی رائے مختلف ہے"۔۔۔۔ ؟ ڈاکٹر مہتہ نے دلچسپی سے میرے چہرے پر نظریں جمادیں۔

"میں نے عرض کیا نا۔۔۔۔۔۔ ؟ کہ ابھی فیصلہ کن انداز میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ اتنا میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ سیٹھ رحمت بھائی کی موت ثمینہ کیلئے پریشان کن ضرور تھی۔۔۔۔۔ لیکن غیر متوقع نہیں تھی۔۔۔۔ کیونکہ اس کے چہرے پر اسکی اچانک موت سے حیرانی کے آثار بالکل نہیں تھے۔۔۔۔۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا اندازہ درست ہو۔۔۔۔۔۔ مجھے تو سچ بات ہے کہ سراغرسانی کے معاملے میں زیادہ تجربہ نہیں ہے۔ البتہ ڈاکٹر عرفان اور شیمونہ سے کئی مقابلے کرنے کے بعد تم سچ مچ سراغرساں بن گئے ہو۔۔۔۔۔"

"پھر اب اس کیس کا کیا ہوگا"۔۔۔۔ ؟ میں نے ڈاکٹر مہتہ سے سوال کیا۔۔۔۔ "کیا پولیس اس کیس کی تحقیق کرے گی۔۔۔۔ یا خاموش ہو جائے گی۔۔۔۔۔"

"میرے خیال میں یقیناً تحقیق کی جائے گی۔۔۔۔۔"

"آج کل یہاں بمبئی میں محکمہ سراغرسانی کے شعبۂ جرائم کا انچارج کون ہے"۔۔۔۔ ؟

"ایک نوجوان شخص مسٹر کیلاش ہیں۔۔۔۔ جنہوں نے حال ہی میں سب انسپکٹری کے عہدہ سے ترقی کی ہے"۔۔۔۔ ؟

"کافی ہوشیار آدمی ہے" ؟

"ہاں ــــ اپنی ذہنی قابلیت اور چابکدستی کی وجہ سے ہی وہ آج اس عہدے تک پہنچے ہیں ــــ"

"پھر تو یقیناً وہی اس کیس کی تحقیقات پر تعینات کئے جائیں گے"

"شاید ــــ ڈاکٹر مہتہ نے کہا ــــ لیکن اگر تم کہو تو میں سرکاری طور پر اس کیس کی تحقیقات تمہیں دلوا دوں ــــ"

"نہیں ــــ شکریہ ــــ" میں نے جلدی سے کہا ــــ "میں ایسی کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتا ــــ البتہ اگر موڈ ہوا تو اپنے طور پر کچھ حالات معلوم کرنے کی کوشش کروں گا ــــ اور اگر کوئی خاص بات معلوم ہو سکی۔ تو یقیناً پولیس کے ساتھ تعاون کروں گا ــــ"

چونکہ کافی دیر ہو چکی تھی ــــ اس لئے میں نے اٹھتے ہوئے کہا ــــ

"اچھا ڈاکٹر مہتہ ــــ اب میں چلوں گا ــــ کل پھر آؤں گا ــــ"

"بہت اچھا ــــ ڈاکٹر نے اُٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا ــــ"

"کل صبح کو آپ اس خرگوش کو ضرور دیکھ لیجئے" ــــ

میں نے چلتے چلتے کہا ـــــ "اور اگر وہ رات کو مر جائے یا اس میں
زہر کے آثار شروع ہو جائیں تو مجھے فوراً فون پر مطلع کر دیں
میں اسی وقت آجاؤں گا ـــــ"

"بہت بہتر ـــــ اطمینان فرمائیں ایسا ہی ہو گا ـــــ"
اس کے بعد میں رخصتی سلام کر کے واپس اپنے ہوٹل
کے کمرے پر آگیا ـــــ"

خرگوش کی موت

چھ سات روز گذر گئے ـــــ اس دوران میں کئی بار ارادہ رکھنے کے باوجود میں سمبینہ سے ملاقات کا وقت نہ نکال سکا ـــــ البتہ ڈاکٹر دھینہ کے ہاں روز جانا ہوتا رہا ـــــ روز آنہ ہم لوگ خرگوش کا مطالعہ کرتے رہے۔ لیکن وہ اسی طرح چاق وچوبند اور صحیح وسلامت تھا ـــــ

ہم دونوں حیران تھے کہ اس قدر مہلک زہر نے اثر کیوں نہیں دکھایا ـــــ کیا درحقیقت سیٹھ رحمت بھائی کی موت کسی خارجی زہر سے نہیں ہوئی ـــــ بلکہ اندرونی طور پر خون میں کوئی ایسا زہریلا مادہ پیدا ہوگیا تھا جس نے دل میں چھالے ڈال دیئے اور موت واقع ہوگئی۔ لیکن چونکہ آجتک کوئی ایسا کیس نظر

سے نہ گزرا تھا اس لئے یقین نہ آتا تھا ۔۔۔۔۔

اور یہ خرگوش کے جسم میں زہر داخل کرنے کے ٹھیک آٹھویں روز کا واقعہ ہے میں دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے میز پر بیٹھنے والا تھا ۔ کہ ڈاکٹر مہتہ کا فون آیا ۔ انہوں نے کہا :۔۔۔

"ڈاکٹر اسلم ۔۔۔۔ کیا تم بول رہے ہو ۔۔۔ ؟"

"ہاں میں اسلم بول رہا ہوں ۔۔۔ ڈاکٹر مہتہ ۔۔۔"

"تو مہربانی کر کے فوراً چلے آؤ ۔۔۔"

"کیوں خیریت ۔۔۔ ؟"

"نہیں ۔۔۔۔ وہ تمہارا خرگوش یکایک مر گیا ہے ۔۔۔۔"

جواب ملا ۔۔۔ اور یہ سن کر میں حیرت میں رہ گیا ۔۔۔۔ فوراً رسیور پھینک کر میں نے اپنا کوٹ سنبھالا ۔ اور محمود سے جلد آنے کا وعدہ کر کے میں ڈاکٹر مہتہ کے گھر روانہ ہو گیا ۔۔۔ حالانکہ مجھے بڑی سخت بھوک لگ رہی تھی ۔۔۔ لیکن خرگوش کی موت کی خبر سن کر بھوک کبھی غائب ہو گئی ۔۔۔۔ محمود سے البتہ میں نے کہدیا کہ وہ کھانے کے لئے میرا انتظار نہ کرے ۔۔۔ میں ڈاکٹر مہتہ کے ہاں کھا لوں گا ۔۔۔۔

ٹیکسی میں بیٹھ کر بیس منٹ کے اندر اندر میں ڈاکٹر مہتہ کی کوٹھی پر پہنچ گیا ۔۔۔۔ وہ لیبارٹری میں میرا انتظار کر رہے تھے ۔ سامنے ہی میز پر خرگوش کی لاش پڑی ہوئی تھی ۔

"ڈاکٹر اسلم ۔۔۔۔ مجھے دیکھتے ہی ڈاکٹر مہتہ نے کہا ۔۔۔

عجیب بات ہے ـــــ میری تو عقل حیران ہے ـــــ ایسا کیس آج
تک میری نظر سے نہیں گزرا" ـــــ ؟
"کونسا کیس ـــــ ؟" میں نے حیرت سے پوچھا ـــــ
"اس خرگوش کا یا رحمت بھائی کا ـــــ ؟"
"دونوں" ـــــ انہوں نے جواب دیا ـــــ "دونوں بالکل ایک
ہی جیسے کیس ہیں ـــــ"
"ذرا تفصیل سے بتائیے ـــــ" میں نے بے تابی سے پوچھا ـ
ڈاکٹر مہتہ نے ایک کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھتے ہوئے کہا ـــــ
"ہوا یہ کہ میں صبح سے لیبارٹری میں کام کر رہا تھا ـ
کوئی تین گھنٹے گزرے مجھے خرگوش کا خیال آیا ـــــ میں نے اپنا
کام چھوڑ کر اسے پنجرے سے نکالا ـ وہ روزانہ کی طرح صحیح وسلامت
اور تندرست تھا ـــــ پھر میں نے اسے پنجرے میں ڈالنے کی
بجائے یہیں میز پر رہنے دیا اور اپنے کام میں مشغول ہو گیا ـ
لیکن تمہیں فون پر اطلاع دینے سے دس منٹ پیشتر یکایک اس کے
منہ سے غرانے کی سی آواز نکلی اور وہ بے جان سا ہو کر میز پر ڈھلک گیا
ـــــ میز پر گرنے کے بعد صرف ایک بار اس کے سارے جسم میں جھرجھری
سی آئی ـــــ اور وہ ختم ہو گیا ـــــ میں نے فوراً اپنے ہاتھ سے
شیشے کے ٹیوب نیچے رکھ کر اسے دیکھا تو وہ مر چکا تھا ـــــ
دو منٹ تک تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا ـــــ کیونکہ آناً فاناً میں

اچھا خاصا تندرست خرگوش اس طرح ختم ہو گیا جیسے وہ کبھی زندہ تھا ہی نہیں ——— پھر ذرا حواس ٹھکانے ہوئے تو میں فوراً دوڑا ہوا فون پر گیا اور تمہیں اس واقعے سے مطلع کیا ——— اس کے بعد سے بیٹھا ہوا مسلسل تمام حالات پر غور کر رہا ہوں۔ لیکن کم از کم میری سمجھ میں یہ راز بالکل نہیں آیا ———"

"ٹھہرو" ——— میں نے آگے بڑھکر خرگوش کی لاش کو دیکھتے ہوئے کہا ——— "پہلے ہم لوگ ذرا اس کا پوسٹ مارٹم کر کے دیکھ لیں اس کے بعد تفصیل سے بحث کریں گے ——— ؟"

"ہاں ——— یہی میری تجویز بھی ہے ———" ڈاکٹر مہتہ نے جواب دیا ——— اور انہوں نے چیر پھاڑ کے اوزار اکٹھے کرنے شروع کر دیئے ———

پندرہ منٹ کے بعد ہی ہم پوسٹ مارٹم سے فارغ ہو گئے ہمارے اندازے کے مطابق جب خرگوش کا دل چیر کر دیکھا گیا تو اس کے اندرونی حصے میں چھالے پڑے ہوئے تھے ———

تجربے سے فارغ ہونے کے بعد خرگوش کی لاش ہم نے لیبارٹری کے چوکیدار کے حوالے کر دی تاکہ وہ اسے کہیں دفن کرا دے اور ہاتھ وغیرہ دھو کر ہم ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔

ڈاکٹر مہتہ نے فرصت ملنے پر اطمینان کا سانس لیتے ہوئے۔ پوچھا ———

"کہیے مسٹر اسلم چائے پیو گے ؟"

"جی نہیں میں کھانا کھاؤں گا" میں نے جلدی سے کہا
"میں کھانا کھانے کے لئے میز پر بیٹھنے ہی والا تھا کہ آپ کا فون آگیا۔
اور میں اسی طرح بھوکا یہاں بھاگا چلا آیا"

"کھانا تو میں نے بھی ابھی نہیں کھایا" ڈاکٹر مہتہ نے کہا
"دراصل میری بھوک تو اس واقعہ سے بھاگ گئی ہے
اس لیئے میں نے سوچا تھا کہ اسوقت صرف چائے پر ہی گذار کر لوں گا
لیکن اب جبکہ تم کھانا کھانے کے لیئے تیار ہو گئے ہو تو میں بھی تمہارے ساتھ
کچھ کھا لوں گا"

یہ کہکر انہوں نے ملازم کو آواز دی اور کھانا لگانے کا حکم دیا
دس منٹ میں ہی ملازم نے کھانا میز پر سجا دیا اور ہم لوگ کھانا
کھانے میں مشغول ہو گئے۔

کھانے کے دوران میں ہم نے خرگوش یا زہر کا کوئی ذکر نہیں چھیڑا
البتہ کھانے کے بعد جب ہم کافی پی رہے تھے اس وقت پھر اصل موضوع
کی طرف آتے ہوئے میں نے کہا

"میری زندگی میں یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ مجھے ایسا عجیب و غریب
زہر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

"میں بھی اپنے بارے میں یہی کہہ سکتا ہوں" ڈاکٹر مہتہ نے
سگار کا کش لیتے ہوئے کہا۔

"یہ تو بالکل ٹائم بم کی طرح ہے ——— ؟"

"ٹائم بم کی طرح ——— ؟؟ ڈاکٹر مہتہ نے حیرت سے کہا :-

"ہاں ٹائم بم ہی ہوا" ——— میں نے ہنسکر کہا ——— "ٹائم بم میں بھی تو یہی ہوتا ہے کہ آپ گھڑی کی سوئی کسی خاص وقت پر لگا کر رکھ دیجیے ——— اس وقت سے پہلے پہلے وہ بم ایک گیند کی طرح بے ضرر ہے۔ لیکن عین وقت پر وہ پھٹ پڑے گا ——— اسی طرح یہ زہر ہے ——— آٹھ روز تک خرگوش پر کوئی اثر نہیں ہوا ——— اس کے نظم زندگی میں رتی بھر بھی فرق نہیں آیا۔ لیکن آٹھ روز بعد یکایک وہ زہر بم کی طرح پھٹ پڑا۔ اور خرگوش ایک سکینڈ میں ختم ہو گیا ——— یقیناً اسی طرح سیٹھ رحمت بھائی کو بھی آٹھ روز پہلے یہ زہر کھلا دیا گیا ہوگا ——— جس کا نتیجہ اس روز صبح کو برآمد ہوا۔ اور وہ چند لمحوں میں ختم ہو گئے"

"یہی معلوم ہوتا ہے ———" ڈاکٹر مہتہ نے پر خیال انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا ——— "لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ اس قدر مہلک زہر جسم میں پہنچنے کے بعد اتنے عرصے تک اپنا اثر کیوں نہیں دکھاتا ——— کیونکہ یہ بات صاف ہے کہ زہر کی وجہ سے دل پر وہ چھالے فوری طور پر پڑتے ہیں۔ آہستہ آہستہ نہیں پڑتے ——— کیونکہ اگر آہستہ آہستہ زہر کا اثر ہوتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ دل کے اندرونی حصہ میں چھالے پڑتے تو زہر خوردہ کی ظاہری حالت پر اس کا اثر ضرور

ایم یوسف

ہونا چاہیئے۔ دل اس قدر نازک اور حساس آلہ ہے کہ وہ اپنے اندر ذراسی تکلیف بھی فوراً ظاہر کر دیتا ہے ——"

"آپ کا تجزیہ بالکل درست ہے ——" میں نے انکی بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہا —— "یقیناً یہ زہر جسم میں آہستہ آہستہ اثر نہیں کرتا بلکہ فوری طور پر اثر کرتا ہے —— واقعی یہ تعجب خیز امر ہے کہ اتنے عرصہ تک اتنا مہلک زہر جسم میں بے ضرر کس طرح رہتا ہے"۔

"یہ تو ہیچ مچ جادو کا سا کرشمہ معلوم ہوتا ہے ——"

یکایک میرے ذہن میں ایک بالکل نیا خیال آیا —— میں نے ڈاکٹر مہتہ سے سوال کیا:—

"آج آپ تجربہ کس چیز کا کر رہے تھے ——"؟

"کوئی خاص نہیں —— میں ایمونیا کے محلول میں ایک زہر ملا کر پھر اسے گیس کی شکل میں تبدیل کر کے اس کے اثرات دیکھنا چاہتا تھا"۔

میں چند لمحوں تک اپنے نئے نظریہ پر غور کرتا رہا —— پھر میں نے ڈاکٹر مہتہ سے دریافت کیا۔

"کیا مرحوم سیٹھ رحمت بھائی کی لاش دفن کر دی گئی —— ؟"

"نہیں —— ابھی تک سرکاری مردہ خانے میں محفوظ ہے ——

لیکن کیوں" —— ؟

"میرے ذہن میں ایک بالکل نیا خیال آیا ہے —— کیا آپ اس لاش کا تھوڑا سا زہریلا خون اور لا سکتے ہیں" —— ؟

"ضرور لا سکتا ہوں ——"

"تو مہربانی کر کے کل اپنے ساتھ ضرور لیتے آیئے —— ؟"

"لے آؤں گا ——" ڈاکٹر مہتہ نے حیرت سے کہا —— "لیکن وہ کیا نظریہ ہے —— ؟"

"اس کے متعلق ابھی نہ پوچھیئے —— کل تجربہ گاہ میں ہی بتا سکوں گا ——"

"بہت اچھا جیسے تمہاری مرضی ہو —— اطمینان رکھو کل دس بجے تک تمہیں وہ زہر بلا خون مل جائے گا ——"

"شکریہ ——" میں نے جواب دیا —— "اچھا اب میں چلوں گا ——"

"بہت اچھا —— میں کل صبح انتظار کروں گا —— لیکن یہ تو بتاؤ کیا اس دوران میں تمہیں سمبینہ سے ملنے کا اتفاق ہوا ——"

"افسوس نہیں —— میں نے کئی بار کوشش کی لیکن وقت نہ مل سکا —— البتہ میں آج —— بلکہ اسی وقت اس کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں ——"

"کیا اس کا پتہ تمہیں معلوم ہے ——"

"جی ہاں ——" اس نے اپنا ملاقاتی کارڈ مجھے دیکر ملنے کی اجازت دے دی تھی ——"

"بہت اچھا ـــــ اس سے ملاقات کے حالات بھی
کل ہی مجھے بھی بتا دینا ـــــ"

"ضرور ـــــ" میں نے اٹھتے ہوئے کہا ـــــ
میں چلنے لگا تو انہوں نے پھر روک کر پوچھا۔

"محمود کا کیا حال ہے" ـــــ ؟

"وہ بالکل ٹھیک ہیں ـــــ انہیں تو صرف کلب چاہیئے۔
باقی دنیا کے دوسرے جھگڑوں سے انہیں کوئی غرض نہیں ـــــ"

"میرا مطلب ہے کہ تم تو یہاں آکر پھر ایک ہنگامے
میں پھنس گئے ـــــ وہ بے چارے اکیلے اکتا جاتے ہوں
گے ـــــ"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ـــــ بال روم میں پہنچکر
وہ اپنے لیے اچھا سا ساتھی تلاش کر لینے میں ماہر ہیں ـــــ"

"چلیئے یہ بھی اچھی بات ہے"۔ ڈاکٹر مہتہ نے ہنس کر کہا۔
ـــــ "ورنہ تمہاری دوستی کے سہارے اگر وہ زندہ رہتے۔ تو
یقیناً زندگی سے اکتا جاتے ـــــ"

"آپ کا خیال درست ہے" ـــــ میں نے بھی ہنسکر جواب
دیا ـــــ اور رخصتی مصافحہ کر کے چل پڑا ـــــ

وانی صاحب کو شام کے
چھ بجے پاگلوں کے ساتھ

ملاقات

کی دی جائے گی

ایک بات میں آپ کو چپکے سے بتادوں ـــــ حقیقت یہ ہے کہ سمینہ سے اگرچہ بڑی مختصر سی ملاقات ہوئی تھی ـــــ لیکن اس کے باوجود اس کے حسن رنگیں میں کچھ ایسی کشش تھی کہ وہ میرے خیالات میں بس گئی تھی ـــــ آٹھ نوروز کے اس مختصر سے وقفہ میں میں نے کچھ نہیں تو کم ازکم دو سو بار اسے یاد کیا ہوگا ـــــ اس کی موہنی صورت تنہائی ملتے ہی میرے تصور پر جگمگانے لگتی تھی ـــــ بلکہ سچ پوچھیے تو اب تک سمینہ کے پاس نہ پہنچنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں ڈرتا تھا کہیں یہ دوسری ملاقات کوئی اور گل نہ کھلا دے ـــــ کیونکہ جہاں تک میری تجربہ کار نگاہوں کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں ـــــ کہ اس روز وہ بھی میری ذات میں کافی دلچسپی لے رہی تھی ـــــ"

راحیلہ کی موت کے بعد میری زندگی بالکل ویران اور اداس تھی

میری روح ایک اچھے ساتھی کے لیے بیچین تھی ——

اور سمبنہ میں مجھے وہ تمام خوبیاں نظر آئیں جو میرے معیارِ حسن پر

پوری اترتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ پہلی ملاقات میں ہی میرے

حواس پر قابض ہو گئی ——

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ والی بات تھی —— مختصر یہ کہ

میں ڈاکٹر مہنہ سے رخصت ہو کر سیدھا پہلے ایک انگریزی دوا فروش

کی دوکان پر پہنچا اور امونیا کا تھوڑا سا محلول خریدا ——

اس کے بعد تھوڑا سا تیز قسم کا ایک سینٹ خرید کر امونیا کو اس میں

ملا دیا —— گویا ایک نئی قسم کی خوشبو بنا لی۔ جس میں امونیا کی بو دی

تھی —— اور جس میں فوری طور پر گیس بن کر اڑ جانے کی خاصیت

تھی —— پھر اس مرکب کو حفاظت سے جیب میں رکھکر میں سمبنہ سے

ملنے کے لئے روانہ ہو گیا ——

اس کا فلیٹ بڑی آسانی سے میں نے تلاش کر لیا ——

دروازے کی گھنٹی کی آواز سن کر ایک ادھیڑ عمر کی عورت نے آکر دروازہ

کھولا ——

"مس سمبنہ ہیں" —— میں نے اس عورت سے سوال کیا

جو صورت شکل سے ملازمہ معلوم ہوتی تھی۔

"جی ہاں ہیں —— آپ اپنا نام بتا دیجیے" ——؟

"ان سے کہیئے ـــــ اسلم ملنے آیا ہے ـــــ طارق اسلم ـــــ"

ملازمہ چلی گئی ـــــ دو منٹ کے بعد واپس آئی۔ اور ادب سے بولی:ـــ

"اندر تشریف لے آئیے ـــــ؟"

میں اس کے پیچھے پیچھے اندر گیا ـــــ ڈرائنگ روم میں سمیعہ صوفے پر بیٹھی ہوئی کچھ بننے میں مصروف تھی ـــــ مجھے دور سے دیکھکر مسکراتی ہوئی اٹھی اور بولی ـــــ

"میں تو سمجھی تھی آپ مجھے بالکل ہی بھول گئے ہوں گے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ آپ نے یاد تو فرمایا ـــــ"

"آپ کا خیال غلط تھا ـــــ" میں نے بے تکلفی سے جواب دیا ـــــ "بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ کبھی نہیں بھلائی جا سکتیں ـــــ اور آپ ان نہ بھولنے والی صورتوں میں سے ایک ہیں ـــــ؟"

"کیا واقعی ـــــ"؟ اس نے شوخی سے پوچھا ـــ اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالدیں۔ اس کی غزالی آنکھوں میں ایک عجیب قسم کی مستی تھی ـــــ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے ہلکا ہلکا نشہ سا میری رگوں میں دوڑنے لگا ہے ـــــ جیسے میرے خون میں ایک تلخ سی شیرینی گھلتی جا رہی ہے ـــــ

"میں آپ کو اس دوران میں کئی بار یاد کر چکی ہوں ——؟"

اس نے مہر خاموشی توڑتے ہوئے کہا :—

"زہے نصیب ——" میں نے مسکرا کر کہا ——

"کیا میری ناچیز شخصیت اس قابل ہے ——؟"

"میں آپ سے بخوبی واقف ہوں ——" اس نے ہنس کر کہا۔

"مجھ سے ——؟؟"

"جی ہاں —— میں نے اخبارات میں سینکڑوں بار آپکا ذکر پڑھا ہے۔ آپ کی تصویریں دیکھی ہیں —— آپ کے کارناموں کے حالات پڑھے ہیں —— آپ وہی زہروں کے ماہر ڈاکٹر اسلم ہیں نا جو ڈاکٹر عرفان اور شیمونہ دو خطرناک مجرموں سے کئی بار ٹکرا چکے ہیں ——"

"جی ہاں —— بد قسمتی سے ہوں تو وہی اسلم —— لیکن کیا میری یہ خصوصیات اس قابل ہیں —— کہ ان کی وجہ سے آپ کبھی مجھے یاد کریں ——؟"

"میری تو اس ملاقات سے پیشتر ہی یہ تمنا تھی کہ کسی طرح آپ سے ملوں —— لیکن قسمت دیکھیے کہ وہ خواہش پوری بھی ہوئی تو کیسے خطرناک موقعہ پر" ——؟

"خیر یہ تو ہونا ہی رہتا ہے —— مجھے مسرت ہے

کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا ــــــ"

ہم دونوں ایک ہی صوفے پر آکر اطمینان سے بیٹھ گئے ــــــ سمیتہ نے ملازمہ کو چائے لانے کے لئے کہا ــــــ اور پھر میری جانب متوجہ ہو کر بولی ــــــ

"آج آپ نے کیسے یاد فرما لیا ــــــ غالباً اسی سلسلہ میں کچھ پوچھ گچھ کرنے آئے ہوں گے ــــــ"

"مقصد وہ بھی تھا ــــــ لیکن اس سے زیادہ مقصد ملاقات تھا" ــــــ؟

"سچ"

"میں بے فائدہ جھوٹ بولنے سے ہمیشہ بچتا ہوں" ــــــ میں نے اس کی بے تکلفی سے ہمت پاکر بے باکی سے کہا ــــــ "سچ پوچھیے تو اس عرصہ میں سینکڑوں بار آپ کا خیال ذہن میں آیا۔ لیکن آنے کی فرصت ہی نہ مل سکی ــــــ"

"سچ اسلم صاحب۔ وہ حادثہ اتنا بھیانک تھا کہ دو روز تک میں چین سے سو نہیں سکی ــــــ اب بھی جب وہ منظر یاد آجاتا ہے تو میری روح کانپ اٹھتی ہے ــــــ"

"درست ہے ــــــ واقعی ایک تندرست انسان کا چند لمحوں میں اس طرح مر جانا بڑی بھیانک بات ہے ــــــ لیکن معاف کیجیے اس روز والا سوال میں پھر دہراؤں گا ــــــ

آخر آپ رحمت بھائی کی اچانک موت سے حیران کیوں ہوئی تھیں
کیا واقعی آپ کو ان کے کسی وقت اچانک مر جانے
کا شبہ تھا ــــ"
"یہ صرف آپ کا وہم ہے ــــ" اس نے ہنسکر کہا
"ورنہ میں اس وقت حیران بھی تھی اور پریشان
بھی ــــ آپ کے دل میں خدا جانے کیسے یہ خیال بیٹھ
گیا ــــ"
اس نے یہ بات نہایت بے تکلفی اور معصومیت کے ساتھ
کہی لیکن اس کے باوجود میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت
وہ صریحاً جھوٹ بول رہی تھی۔
میں نے بھی اس مسئلے پر زیادہ ــــ بحث کرنا مناسب
نہ سمجھا۔ اس لئے خاموش ہو گیا ــــ
اس عرصہ میں ملازمہ چائے میز پر رکھ گئی تھی اس لئے
سمینہ چائے بنانے میں مشغول ہو گئی ــــ
چائے بنا کر اس نے پیالی میری جانب بڑھا دی ــــ
میں نے شکریہ کے ساتھ کپ لے لیا ــــ اور ایک گھونٹ
بھرتے ہوئے بولا ــــ
"کیا آپ یہاں تنہا رہتی ہیں ــــ"
"جی نہیں میری بوڑھی والدہ ہیں اور ملازمہ ــــ"

"گھر کی ساری ذمہ داری غالباً آپ پر ہے ـــ"

"نہیں ــــــ" اس نے مسکرا کر کہا ـــــ "میں نے ملازمت صرف شوقیہ کی تھی ـــ ورنہ والدہ کی جائیداد اتنی ہے کہ ہم دونوں آرام کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔"

"بہت خوب"

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے سوال کیا ـــ

"سیٹھ رحمت بھائی کی موت کے بارے میں کوئی نئی بات معلوم ہوئی ـــــ"

"آپ کے سوال کا جواب دینے سے پہلے میں ایک سوال خود آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں ـــــ"

"ضرور پوچھیے ـــ" ؟ اس نے ہنسکر کہا ـــ

"جس وقت رحمت بھائی چیخ مار کر زمین پر گرے اس وقت آپ ان کے بالکل ساتھ چل رہی تھیں ـــــ کیا آپ نے عین اسی وقت کسی قسم کی خوشبو محسوس کی تھی ـــ میرا مطلب ہے کسی سینٹ کی خوشبو ـــــ یا کوئی عجیب سی بو ـــ"

ایک لمحہ کیلئے ثمینہ نے خاموش رہ کر کچھ سوچا ـــ پھر بولی :ـــ

"ہاں! میرا خیال ہے" ایک خاص قسم کی خوشبو میں نے محسوس کی تھی اس وقت میں نے سمجھا تھا کہ کوئی مسافر شاید سینٹ لگائے ہوئے ہے ——— لیکن کیوں ——— ؟ ——— آپ یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہیں ——— ؟"

"ویسے ہی" ——— میں نے لاپرواہی سے اسے ٹالتے ہوئے کہا ——— "کچھ گواہوں نے ایک خاص قسم کی خوشبو پھیلنے کے بارے میں بیان کیا تھا ——— کیا آپ کے خیال میں بھی وہ خوشبو کوئی عجیب قسم کی تھی ؟"

"جی ہاں ——— کچھ عجیب ہی سی تھی ——— میں اب غور کرتی ہوں تو واقعی وہ عجیب قسم کی بو تھی جسے خوشبو بھی کہا جا سکتا تھا ——— اور بدبو بھی ——— اس وقت میں چونکہ فوراً ہی مرحوم سیٹھ صاحب کی جانب متوجہ ہو گئی تھی اس لیے اس خوشبو کی جانب سے میری توجہ ہٹ گئی"

میں نے جیب میں ہاتھ ڈالکر امیونیا ملے ہوئے سینٹ کی شیشی اندر ہی اندر آہستہ سے کھولکر تھوڑی سی رومال پر انڈیل دی۔ اور پھر شیشی بند کر کے رومال باہر نکال کر ہوا میں ہلایا ———

"کیا وہ اس قسم کی خوشبو تھی" ——— ؟ میں نے اس سے سوال کیا :—

ثمینہ نے دو ایک لمبے لمبے سانس لئے ——— اور بولی۔

"خوشبو تو ایسی نہیں تھی ——— البتہ اس خوشبو اور اس خوشبو میں کچھ نہ کچھ مشابہت ضرور ہے ——— جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔
——— لیکن آخر آپ اس خوشبو کے بارے میں اسقدر تفصیل سے کیوں پوچھ رہے ہیں"؟
"اطمینان فرمائیں ——— کوئی خاص بات بالکل نہیں ہے۔
——— اگر آپ کو یہ بات بالکل پسند نہیں ہے تو لیجئے میں گفتگو کا موضوع بدلے دیتا ہوں ——— فرمائیے فرصت کے لمحات میں آپ کا شغل کیا رہتا ہے ———"
"وہ ہنس پڑی ———"
"نہ خیر میرا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ آپ موضوع بدل کر اوٹ پٹانگ باتیں شروع کر دیں ———"
"پھر کس قسم کی باتیں کروں ———؟ میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا ———
اس کے ہاتھ سوئیٹر بننے میں مصروف تھے ——— مجھے اپنی جانب دیکھتے ہوئے اس کے ہاتھ رک گئے اور وہ عجیب سی نظروں سے میری جانب دیکھنے لگی ———
اس کی آنکھوں میں اس وقت اس قدر مستی تھی کہ میرا جی چاہا اسے آغوش میں کھینچکر اس کے عنابی ہونٹ چوم لوں ———
لیکن چونکہ ابھی تک اخلاق اور تہذیب کی دیوار درمیان میں

حائل تھی اس لیئے کچھ نہ کر سکا۔
"کیا آپ کسی کلب میں جانا پسند کرتی ہیں ——؟"
"جی ہاں —— کبھی کبھی ——؟"
"اگر میری موجودگی بار خاطر نہ ہو تو کل شام میرے ساتھ

چلیئے —— ؟"
"آپ کونسے کلب میں جاتے ہیں ——؟" اس نے

پوچھا ——
"رائل کلب میں" ——؟
"میں یقیناً چلوں گی —— بلکہ آپ کے ساتھ چل کر

مجھے خوشی ہو گی ——"
"بہت بہت شکریہ ——" میں نے بے تکلفی سے

اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا ——
ہم دونوں کی نگاہیں ایک لمحہ کے لیئے پھر ملیں اور چند لمحوں کے
لیئے ہم ایک دوسرے میں کھو گئے۔ ملاقات چونکہ کافی طویل ہو گئی
تھی —— نیز دوسرے مجھے ابھی اور بھی کئی جگہ جانا تھا۔
اس لیئے میں نے اٹھتے ہوئے کہا ——
"اچھا مس سمینہ اب میں چلتا ہوں —— آپ کی عنایت
اور توجہ کے لیئے میں بہت مشکور ہوں"
"کیا دہلی والے اسی قدر تکلف برتتے ہیں" ——

اس نے ہنستے ہوئے کہا ——— پھر اٹھ کر دروازے تک میرے ساتھ آتے ہوئے بولی ———

"تو کل شام کو آپ تشریف لائیں گے ———"

جی ہاں ——— ٹھیک سات بجے ——— ؟

"بہت بہتر میں انتظار کروں گی ———"

دروازہ پر اس نے رخصتی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا میں نے اس کا ریشمیں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر ذرا دبایا ——— وہ مسکرا پڑی ———

اس سے رخصت ہو کر میں نے ایک ٹیکسی لی اور سیدھا چرچ گیٹ اسٹیشن پر پہنچا جہاں اس روز وہ حادثہ پیش آیا تھا ——— پولیس چوکی کے انسپکٹر سے ملکر میں نے ان گواہوں کے پتے مانگے جو اس روز اپنے بیانات لکھوا گئے تھے ——— انسپکٹر پولیس نہایت اخلاق اور مروت کے ساتھ پیش آیا ——— اور تمام پتے مجھے دیدیئے ——— چلتے ہوئے اس نے مجھ سے پوچھا ———

"ڈاکٹر اسلم ——— کیا آپ اس معاملہ میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"جی ہاں" ——— میں نے مسکرا کر کہا ———

"پھر آپ مسٹر کیلاش سے کیوں نہیں مل لیتے ———

سرکاری طور پر اس قتل کی تحقیق انہیں کے سپرد ہوئی ہے۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں" ـــــ میں نے جواب دیا۔

"میں اپنے طور پر کچھ معلومات کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔۔۔ اگر کوئی خاص بات معلوم ہوئی تو میں یقیناً مسٹر کیلاش کو یا آپ کو بتا دوں گا ـــــ"

انسپکٹر پولیس مطمئن ہو گیا ـــــ اور وہاں سے ٹیکسی میں بیٹھ کر ہر اس شخص کے مکان پر گیا جن کے پتے انسپکٹر سے حاصل کئے تھے ـــــ

ان میں سے صرف چھ اشخاص مل سکے ـــــ دو گھنٹے کی مسلسل جدوجہد کے بعد جو معلومات مجھے حاصل ہوئیں ان کا خلاصہ یہ تھا۔

ایک خاص قسم کی خوشبو ان میں سے ہر اس شخص نے اس وقت محسوس کی تھی۔ جس وقت سیٹھ رحمت بھائی چیخ مار کر گرے تھے ـــــ ہر شخص نے اس خوشبو کو یہی سمجھا کہ کسی مسافر نے سینٹ لگا رکھا ہوگا ـــــ میں جو اپنے ساتھ ایمونیا ملی ہوئی خوشبو لے گیا تھا اسے سونگھ کر ہر شخص نے کہا کہ اگرچہ خوشبو یہ نہیں تھی پھر بھی اس خوشبو اور اس خوشبو میں کچھ نہ کچھ مشابہت ضرور تھی ـــــ

اپنی آج کی تحقیق سے میں مطمئن تھا ـــــ میں نے جو نظریہ قائم کیا تھا وہ کسی حد تک درست ہوتا جا رہا تھا ـــــ

گھر واپس آکر میں نے سارا دن غارت کر دینے کے سلسلے میں محمود سے معافی طلب کی اور ازالہ کے طور پر پہلے اس کے ساتھ فرسٹ شو میں سینما گیا ——— وہاں سے واپسی پر ایک ہوٹل میں کھانا کھایا اور رات کو کلب میں چلے گئے ———

اپنی تحقیقات کے بارے میں مختصر طور پر میں نے اسے بتا دیا ——— جسے سن کر اس نے کہا :۔

”چلو اچھا ہوا ——— بمبئی آتے ہی تمہیں مصروفیت کا ایک سلسلہ مل گیا ———“

Mule Pagal

نیا تجربہ

دوسرے روز صبح دس بجے میں ڈاکٹر مہتہ کے ہاں پہنچ گیا۔ انہوں نے حسب وعدہ مقتول رحمت بھائی کا تھوڑا سا زہریلا خون منگا رکھا تھا —— اور میرے منتظر بیٹھے تھے۔

"آیئے ڈاکٹر مہتہ" —— میں نے ان کے سامنے پیمانہ رکھتے ہوئے کہا —— "آج ایک نیا تجربہ کر کے دیکھتے ہیں —— مجھے یقین ہے کہ اگر میرا تجربہ کامیاب ہو گیا تو آپ اس سے زیادہ حیرت میں رہ جائیں گے۔ جتنی اس وقت تک آپ کو ہوئی ہو گی ——"

"تم میری آتش شوق کیوں بھڑکا رہے ہو" ——

انہوں نے ہنس کر کہا ——

"اس لیے کہ بعد میں آپ زیادہ حیران ہو سکیں"ـــــــ

میں نے بھی ہنس کر جواب دیا ـــــــ اور ہم دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے

لیبارٹری میں داخل ہوئے ـــــــ

سب سے پہلے میں نے اس زہریلے خون میں سے تھوڑا سا حصہ الگ شیشی میں اچھی طرح سیل بند کر کے دور الگ الماری میں لے جا کر رکھدیا ـــــــ پھر باقی ماندہ خون میں سے پہلے کی طرح اس کا زائد خون کیمیاوی اجزاء کے ذریعہ الگ کر دیا ـــــــ اور مختصر سی مقدار جو بچی جس میں زہر کا حصہ زائد تھا اسے ایک سرنج میں بھر لیا ـــــــ پھر ڈاکٹر مہتہ سے کہا ـــــــ

"مہربانی سے ایک موٹا تازہ خرگوش پکڑ لائیے ـــــــ"

ڈاکٹر مہتہ حیرت سے میری حرکات دیکھ رہے تھے ـــــــ انہوں نے زبان سے کچھ نہ کہا ـــــــ خاموشی کے ساتھ ایک خرگوش لا کر میرے حوالے کر دیا ـــــــ اور میں نے انجکشن کے ذریعہ وہ زہر خرگوش کے جسم میں داخل کر دیا ـــــــ

پہلے خرگوش کی طرح یہ بھی انجکشن کی سوئی چبھنے سے ذرا تلملایا ـــــــ لیکن پھر پہلے کی طرح ٹھیک ہو گیا ـــــــ

"اب آپ اس کا اچھی طرح معائنہ کر لیں"ـــــــ

میں نے انجکشن کی سوئی ایک طرف رکھتے ہوئے کہا ـــــــ

ڈاکٹر مہتہ نے اسٹیتھسکوپ سے خرگوش کے دل کی حرکت

دیکھی اور دوسرے طریقوں پر اس کی جانچ کر کے بولے ——

"یہ بالکل صحیح حالت میں ہے ——"

"بہت بہتر" —— میں نے خرگوش ان کے ہاتھ سے لیکر میز پر رکھتے ہوئے کہا —— "اب ذرا تماشہ دیکھیے"۔

یہ کہکر میں نے جیب کے اندر ہی اندر وہی امونیا ملا ہوا سینٹ رومال پر ڈالا —— اور پھر جیب سے رومال نکال کر خرگوش کے قریب لے جا کر فضا میں لہرایا تاکہ وہ خوشبو اس کے نتھنوں میں جا سکے ——

دوسرے ہی لمحے ڈاکٹر مہتہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں کیونکہ خرگوش کے حلق سے غراہٹ پیدا ہوئی اور ایک سیکنڈ کے اندر اندر میز پر ڈھلک کر اس نے جان دیدی ——؟

ڈاکٹر مہتہ یہ کرشمہ دیکھکر چند لمحوں تک بت بنے دیکھتے رہے —— پھر کچھ دیر کے بعد جب ان کے حواس ٹھکانے آئے تو میرے شانے کو مضبوطی سے اپنی گرفت میں لیتے ہوئے بولے۔

"ڈاکٹر اسلم یہ کیا تھا" ——؟

"یہ ٹائم بم چھوڑنے کا فیتہ تھا" —— میں نے ہنس کر کہا ——

"مہربانی کر کے ذرا واضح طور پر بتاؤ —— تم نے تو میری عقل دنگ کر دی ہے ——"

"کیا آپ ابھی تک نہیں سمجھے یہ کیا تھا ـــــ ؟"
میں نے حیرت سے پوچھا ـــــ

"نہیں ـــــ میں تو صرف اتنا سمجھا ہوں کہ آپ نے کسی خوشبو میں ایمو نیا کا محلول ملا رکھا تھا۔ جسے رومال پر چھڑک کر فضا میں لہرا دیا ـــــ"

"بس تو ساری بات واضح ہو گئی ـــــ" میں نے ہنسکر کہا ـــــ "یہ خوشبو ہی زہر کے اس ٹائم بم کا فلیتہ تھی"۔

"تمہارا مطلب ہے کہ جو زہر انجکشن کے ذریعہ خرگوش کے جسم میں داخل کیا گیا تھا ـــــ وہ ایمونیا کی خوشبو سے بھڑک اٹھا۔ اور اس نے اپنی ہلاکت خیزی کا عمل شروع کر دیا ـــــ"

"جی ہاں ـــــ بالکل یہی بات ہے" ـــــ میں نے جواب دیا ـــــ "ڈاکٹر مہتہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ جس شخص نے یہ عجیب و غریب زہر ایجاد کیا ہے وہ زہروں کے معاملے میں ہم سب کا استاد ہے ـــــ وہ کیمسٹری کا ماہر ہے اور عجیب عجیب قسم کے زہر ایجاد کرنے میں ماہر کامل ہے"۔

"لیکن میں حیران ہوں کہ ایمونیا کی خوشبو سے کیا ردِ عمل ہوتا ہے ـــــ کہ وہ بے ضرر زہر یکلخت اتنا مہلک بن جاتا ہے ـــــ"
ڈاکٹر مہتہ نے حیرت سے سوال کیا۔

"دیکھیے ——— اس سوال کا جواب دینے سے پہلے میں ایک
اور تجربہ آپ کو کر کے دکھاتا ہوں ——— اس سے شاید سب کچھ
آپکی سمجھ میں آجائے گا ———"
یہ کہکر میں زہریلے خون کی وہ شیشی الماری میں سے نکال لایا
جو پہلا تجربہ شروع کرنے سے پیشتر میں نے سیل بند کر کے رکھدیا
تھا ———
پھر اس میں سے ایک قطرہ شیشے کی پلیٹ پر ڈالکر میں نے
پلیٹ خورد بین میں لگا دی ——— اسی طرح ایک اور قطرہ خون پلیٹ
میں لگا کر میں نے دوسری خورد بین میں لگا لیا۔ تاکہ ہم دونوں بیک وقت
دیکھ سکیں۔
اب میں نے ڈاکٹر مہتہ سے کہا ———
"آپ اس خوردبین سے معائنہ کیجئے ——— اور دیکھیے کہ آپ کو
کیا نظر آتا ہے ———"
ڈاکٹر مہتہ خورد بین پر جا بیٹھے اور بولے :—
"فی الحال تو وہی بنفشی رنگ کے ذرات خون کے خلیوں میں ملے
ہوئے نظر آرہے ہیں۔"
"ٹھیک ہے" ——— میں نے بھی اپنی خورد بین کے شیشہ
پر نظر جماتے ہوئے کہا ——— "اب ذرا اس خوشبو کا کمال دیکھیے" ———
یہ کہکر میں نے وہی ایمونیا کی خوشبو والا رومال نکال کر فضا میں

لہرایا ـــــ ابھی اس کی خوشبو ہماری ناک تک پہنچی ہی تھی کہ یکایک اس کے ایک ایک قطرہ خون میں ایک تغیر پیدا ہونا شروع ہو گیا ـــــ وہ بنفشی ذرات جو خون کے خلیوں میں ساکن نظر آرہے تھے ان میں یکایک زندگی کی لہر دوڑ گئی ـــــ اور وہ ذراتِ متحرک نظر آنے لگے خون کے خلیوں میں اِدھر اُدھر ان کی حرکت سے عجیب سا انتشار پیدا ہو گیا ـــــ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ایمو نیا کی خوشبو سے اس ایک قطرۂ خون میں جان پڑ گئی ہو ـــــ

چند سیکنڈ کے بعد ہی زہر کے ذرات کا وہ ردِ عمل رک گیا ـــــ اس وقت ڈاکٹر مہتہ نے خوردبین سے اپنی آنکھ اٹھائی اور اطمینان کا سانس لیتے ہوئے بولے ـــــ

"اب میں سمجھا ـــــ دراصل ایمو نیا کی خوشبو سے اس زہر کے ذرات میں کوئی کیمیاوی ردِ عمل شروع ہو جاتا ہے - اور اس کی ہلاکت خیزی بروئے کار آجاتی ہے ـــــ"

"جی ہاں" ـــــ میں نے جواب دیا ـــــ "لیکن آپ لفظ خوشبو کیوں استعمال کر رہے ہیں ـــــ یہ کہیے کہ ایمونیا کے سالمے (MOLE CULES.) جب گیس کی شکل میں اس زہر کے ذرات سے ملتے ہیں - تو ان میں ایک خاص کیمیاوی ردِ عمل شروع ہو جاتا ہے" ـــــ ؟

"لیکن کیوں" ـــــ ؟ ڈاکٹر مہتہ نے پوچھا ـــــ

"اس لیئے کہ اس مہلک زہر کو کسی ایسی چیز میں حل کر دیا جاتا ہے۔ جو اس کی ہلاکت خیزی کو دبا کر اسے بے ضرر بنا دیتا ہے ـــــــ لیکن ایمونیا کے سالے اس خاص چیز کو ختم کر دیتے ہیں۔ یا اسے کچھ دیر کے لیئے زہر کے ذرات جدا کر دیتے ہیں۔ اور زہر کی ہلاکت خیزی عریاں ہو جاتی ہے ـــــــ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے آپ پوٹاشیم پرمیگنٹ کے سفوف پر ایک قطرہ گلیسرین ڈالدیں تو اس میں آگ کا شعلہ بھڑک اٹھتا ہے۔

ڈاکٹر مہتہ اس تجربہ سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ جس شخص نے یہ زہر ایجاد کیا ہے وہ کتنا بڑا صاحب دماغ شخص ہوگا"

"واقعی اب پوری بات میری سمجھ میں آگئی ہے ـــــــ اور واقعی میں اس زہر کے موجد کی تعریف کیئے بغیر نہیں رہ سکتا ـــــــ کاش وہ شخص ایسے اعلیٰ دماغ کو قتل و خون کے جرائم میں صرف کرنے کی بجائے کسی نیک کام میں لگائے ـــــــ"

"میرے خیال میں تو وہ ڈاکٹر عرفان کا ہی کوئی بھائی معلوم ہوتا ہے ـــ ڈاکٹر عرفان بھی اسی قدر ذہین ہے ـــــ لیکن وہ جرم و گناہ کے علاوہ کبھی کچھ نہیں سوچتا ـــــ"

ڈاکٹر مہتہ نے ایک لمحہ غور کرنے کے بعد پوچھا ـــــــ

"لیکن مسٹر اسلم یہ تو بتائیے کہ آپ نے اس راز کو کیسے دریافت کیا ـــــ"

"در اصل میں اس معاملہ پر کئی روز سے غور کر رہا تھا ـــــ

یہ بات صاف تھی کہ یہ زہر اپنی عام حالت میں جسم کے اندر رہنے کے باوجود اثر انداز نہیں ہوتا۔ جب تک کوئی خاص وقفہ نہ گزر جائے یا کسی خاص طرح سے اسے قابل عمل نہ بنایا جائے ——— لیکن یہ بات عقل سلیم تسلیم نہ کرتی تھی کہ زہر کسی خاص مدت کے گزرنے کے بعد خود بخود مہلک بن جاتا ہو۔

چنانچہ کل جب آپ نے خرگوش کے مرنے کی اطلاع مجھے فون پر دی اس وقت بھی میں سخت پریشان تھا ——— کیسی عجیب بات تھی کہ زہر اس کے جسم کے اندر اس کے خون میں حل تھا ——— لیکن خرگوش اسی طرح صحیح و سلامت اور تندرست تھا ——— اور پھر ایک خاص وقت آنے پر یکایک وہ زہر مہلک بن گیا ———

میرا دل کہتا تھا کہ ضرور کسی خارجی اثر کے ذریعہ جسم کے اندر والے زہر میں ردِ عمل شروع ہوتا ہوگا ——— لہٰذا میں نے یونہی آپ سے دریافت کیا کہ آپ اس وقت کیا کر رہے تھے جب خرگوش مرا ——— آپ نے مجھے بتایا کہ آپ امونیا کے ایک محلول کا تجربہ کر رہے تھے ——— جس میں گیس بن کر اڑ جانے کی خاصیت ہوتی ہے۔

امونیا کا ذکر سنکر یکایک میرے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں اس زہر میں مہلک ردِ عمل شروع کرنے کی کنجی امونیا ہی تو نہیں ——— یہ سوچ کر میں نے نئے سرے سے تحقیق شروع کی ——— میں نے ان تمام گواہوں سے دریافت کیا کہ کیا انہوں نے سیٹھ رحمت بھائی کے مرنے

کے وقت کوئی خوشبو محسوس کی تھی ـــــ جواب ملا ـــــ ہاں انہوں
نے ایک خوشبو سی محسوس کی تھی ـــــ پھر میں نے جب انہیں امونیا
ملی ہوئی یہ خوشبو انہیں سنگھائی تو ان میں سے ہر ایک نے جواب دیا۔
کہ یہ خوشبو تو وہ نہیں ہے البتہ اس کا ناگوار حصہ ضرور اس خوشبو سے
کچھ ملتا ہے۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ لوگ امونیا کی بو کی جانب اشارہ
کر رہے ہیں ـــــ

اب سارا معاملہ صاف تھا ـــــ دراصل کسی شخص نے
سیٹھ رحمت کو کسی طرح وہ مہلک زہر کھلا دیا ـــــ اور درمیان
میں کئی روز کا وقفہ دیا تاکہ لوگ زہر خورانی کا خیال بھی نہ کر سکیں ـــــ
اس کے بعد ایک روز وہ امونیا ملی ہوئی خوشبو سے رومال بسا کر
ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر آیا پلیٹ فارم پر بھیڑ میں ایک جگہ اس نے
سیٹھ رحمت بھائی کے قریب پہنچ کر جیب سے وہ رومال نکال کر
فضا میں لہرا دیا ـــــ بس اس کے بعد جو کچھ ہونا تھا وہ ایک
سیکنڈ کے عرصہ میں ہو گیا۔ امونیا کے سالموں نے زہر کی ہلاکت
خیزی کو عریاں کر دیا ـــــ اور سیٹھ رحمت بھائی
فوراً مر گئے ـــــ

اب آپ خود سوچیئے بھلا لوگوں کو کس طرح معلوم ہو سکتا
تھا ـــــ وہ خوشبو جو فضا میں پھیلی تھی خاص طور پر سیٹھ رحمت بھائی
کے لئے پیغام اجل تھی ـــــ یا پستول کی گولی کے مترادف تھی ـــــ

کس کے رومال میں وہ خوشبو تھی اور کس غرض سے تھی۔ کون اس کے بارے میں سوچ سکتا تھا۔ غور کیجیے کسی کو قتل کرنے کا کتنا بے ضرر اور آسان ذریعہ ہے۔ قاتل پر کسی کو شبہ تک نہیں جا سکتا۔ ہر شخص یہی سمجھے گا کہ حرکت قلب بند ہو جانے سے فوری موت واقع ہو گئی ہے۔

"واقعی زہر کے موجد کی تعریف کے لئے الفاظ نہیں ملتے"

——— ڈاکٹر مہتہ نے کہا ——— لیکن اس میں دو نقص باقی ہیں ——— اگر وہ باتیں نہ ہوں تو یہ زہر جرائم کی دنیا میں اپنی مثال آپ ہو سکتا ہے ———؟

"وہ کیا ———" میں نے پوچھا ———

"دراصل اس زہر سے دل میں چھالے پڑ جاتے ہیں ——— جس سے پوسٹ مارٹم کرنے کے بعد فوراً پتہ چل جاتا ہے۔ کہ زہر خورانی کا کیس ہے ——— یعنی یہ کہیے کہ دو چیزیں نہ ہوں تو یہ زہر ہر لحاظ سے کامیاب ہے ——— اول تو یہ کہ مقتول کا پوسٹ مارٹم نہ ہو ——— اور دوسرے واردات قتل کے قرب و جوار میں کہیں ڈاکٹر اسلم نہ ہوں" ———؟

یہ کہکر ڈاکٹر مہتہ مسکرانے لگے ——— میں نے حیرت سے پوچھا ———

"کیا مطلب" ———؟

"مطلب یہ کہ تم وہاں ہو گے تو یقیناً پہچان لو گے ———

جس طرح تم نے اب اس زہر کا راز افشا کر دیا۔ اسی طرح تمہارا خطرناک دماغ ہر وقت اس مجرم کا راز افشا کر سکتا ہے ——"

"لیکن یہ تو محض اتفاق تھا ——" میں نے ہنسکر کہا۔

"اتفاق نہیں تھا۔ میرے دوست ——" انہوں نے میری پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا —— "بلکہ حقیقت یہ ہے کہ زہر ایجاد کرنے والے اس ذہین شخص سے تم بھی کچھ کم ذہین نہیں ہو —— میں اس حقیقت کو واضح الفاظ میں تسلیم کرتا ہوں کہ آج ہندوستان میں زہروں کا ماہر تم جیسا کوئی شخص نہیں —— تم واحد شخص ہو جو عرفان جیسے دوسرے صاحب دماغ مجرموں کا مقابلہ کر سکتے ہو —— کم از کم میری حیثیت تم سب کے سامنے ایک نو آموز کی سی ہے ——"

"یہ تو آپ خواہ مخواہ کسر نفسی کر کے میرا دماغ خراب کر رہے ہیں ——" میں نے ہنستے ہوئے کہا ——

"نہیں —— یہ کسر نفسی نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت ہے"

چونکہ کافی دیر گذر چکی تھی —— اس لئے میں نے رخصت کی تیاری کرتے ہوئے کہا ——

"اچھا ڈاکٹر مہتہ اب میں چلتا ہوں۔ کھانے پر محمود میرا انتظار کر رہے ہوں گے ——"

"بہت اچھا ——" ڈاکٹر مہتہ نے مصافحہ کے لئے ہاتھ

بڑھاتے ہوئے کہا ـــــ "لیکن اب آپ کا اس سلسلہ میں کیا کرنے کا ارادہ ہے ـــــ"؟

"ابھی تو کچھ نہیں ـــــ" میں نے جواب دیا ـــــ "فی الحال تو میں یہ جاننے کا خواہشمند ہوں کہ سمینہ رحمت بھائی کی موت کے بارے میں کہاں تک جانتی ہے ـــــ"؟

"تو کیا آپ کے خیال میں واقعی سمینہ کے سینے میں کوئی راز چھپا ہوا ہے ـــــ"؟ ڈاکٹر مہنہ نے حیرت سے کہا ـــــ

"میرا اندازہ تو یہی ہے ـــــ"

"آپ اس سے ملنے گئے تھے ـــــ"؟

"ہاں گیا تھا ـــــ لیکن اس نے کوئی ایسی بات نہیں بتائی جو اس حادثے پر روشنی ڈال سکے"

"پھر اب کیا ارادہ ہے ـــــ"؟

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا ـــــ آج شام کو میں اس کے ساتھ کلب جا رہا ہوں ـــــ باتوں میں کوشش کروں گا کہ وہ کچھ بتا دے ـــــ"

"بہت بہتر" ـــــ ڈاکٹر مہنہ نے دوبارہ رخصتی مصافحہ کرتے ہوئے کہا ـــــ "اگر کوئی خاص حالات معلوم ہو جائیں تو مجھے بھی ضرور مطلع کرنا ـــــ"؟

"ضرور ـــــ" میں نے جواب دیا اور سلام کر کے رخصت ہو گیا

خطرناک تحفہ

والی صاحب کو
دیدیا جائے
گا

کھانے کے دوران ہیں میں نے محمود کو بھی مختصر طور پر تمام حالات سنائے ـــــ زہر کی نوعیت معلوم کرنے کے بعد محمود کی آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں ـــــ اس نے کہا ـــ

"یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے اسلم! جیسے اس سازش کی تہہ میں بھی کسی بڑے چالاک مجرم کا ہاتھ ہے ـــــ اور جو عرفان کی طرح ہی زہروں کا ماہر ہے ـــــ"

"ہو سکتا ہے ڈاکٹر عرفان ہی ہو" ـــــ میں نے ہنس کر کہا۔ "یہ کہنا تو حماقت ہے" ـ محمود نے منہ لبورتے ہوئے کہا

"کیوں حماقت کیوں ہے ـــــ؟"

"اس لئے کہ ہمارے سامنے ان کی موٹر کھڈ میں گر کر تباہ ہو گئی تھی"؟

"لیکن تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ بھی اس وقت موٹر میں تھے ——— جب وہ غار میں گری ———"

"موٹر میں نہیں تھے تو کیا ہوا بن کر فضا میں غائب ہو گئے تھے ——؟"

"کم از کم ڈاکٹر اسلم اور شیمونہ سے کچھ بعید نہیں" ——— میں نے ہنسکر کہا ——— "پہلے بھی وہ دو بار مر کر زندہ ہو چکے ہیں" ———

"بہرحال ———" محمود نے شانوں کو حرکت دیتے ہوئے کہا ——— "یہ تو تم بحث برائے بحث کر رہے ہو ——— ورنہ یہ حقیقت ہے کہ ـ ـ ـ ـ ـ ؟"

محمود کی بات پوری نہ ہوئی تھی ـ کہ دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دی ———

"اندر آجاؤ ———" میں نے بلند آواز میں پکارا ———

فوراً ہی پوسٹ مین اندر داخل ہوا ——— اور ایک ڈبہ نما پیکیٹ ہماری جانب بڑھاتے ہوئے بولا ———

"مسٹر طارق اسلم اور مسٹر محمود آپ دونوں صاحبان کے نام یہ پارسل ہے؟"

ہم نے اور محمود نے ایک دوسرے کی جانب حیرت سے دیکھا ———

"کس نے بھیجا ہوگا ـ" محمود نے متعجب لہجہ میں پوچھا ———

"خبر نہیں" ——— میں نے جواب دیا اور پوسٹ مین کے ہاتھ سے پیکٹ لیکر بھیجنے والے کا نام پتہ دیکھا تو اس پر لکھا تھا ———

"مس ربن بو ——— ماہم بمبئی ———"

"حیرت کے مارے پیکٹ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔

"کیا ہوا؟ ___ کس نے بھیجا ہے" ___؟ محمود نے مجھے پریشان دیکھکر گبھرائے ہوتے لہجہ میں کہا ___

"ربن بو نے" ___ میں نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ربن بو نے" ___؟ محمود نے حیرت سے کرسی پر اچھلتے ہوئے کہا ___ تمہارا مطلب ہے"۔۔۔؟

"ٹھہرو" ___ میں نے اسے ہاتھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا ___ "پوسٹ مین کو تو رخصت کر دو ___ گفتگو بعد میں ہوتی رہے گی ___"

محمود نے اثبات میں سر ہلایا اور پوسٹ مین سے رسید کا کاغذ لے کر اس پر دستخط کر دیئے ___ پوسٹ مین سلام کر کے باہر چلا گیا۔ تو میں نے ایک لمبا سانس کھینچتے ہوئے کہا ___

"بولو ___ اب بھی تمہیں عرفان و شیمونہ کے زندہ ہونے میں کوئی شک ہے" ___؟

محمود اس وقت تک پیکٹ اٹھا کر اس پر "ربن بو" کا نام اور پتہ پڑھ چکا تھا ___ میرے سوال پر اس نے نظر اٹھا کر کہا ___

"کیا یہ وہی ربن بو ہے جو دو سال پہلے کلکتہ میں عرفان و شیمونہ کی شریک جرم تھی ___ جس نے تمہیں کرسمس کی رات میں کسی طرح

بے ہوش کر دیا تھا ——" ؟

"جی ہاں —— یہ وہی ہارین بو ہے —— یا کم از کم نام وہی ہے - جسے عرفان کا شریک جرم ہونے کے باعث پانچ سال کی سزائے سخت ہوئی تھی ——" ؟

"تو کیا وہ جیل سے بھاگ آئی ہے" —— ؟ محمود نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا ——

"مجھے کیا معلوم —— ؟ لیکن ٹھیرو ذرا اسے کھول کر تو دیکھ لو کہ ہمارے لیے کیا بھیجا گیا ہے" —— ؟

"ہو سکتا ہے واقعی وہ لڑکی تم سے محبت کرنے لگی ہو۔ اور جیل سے رہا ہونے کے بعد اس نے تمہیں یہ تحفہ بھیجا ہو ——"

"ابھی معلوم ہو جائے گا ——" بس نے جواب دیا "پہلے کھانا کھا لو اس کے بعد پیکٹ کھولکر دیکھیں گے" —— ؟

ہم نے جلدی جلدی کھانا کھایا —— اور ہاتھ منہ دھو کر پیکٹ لیکر کمرہ نشست میں آ گئے ——

صوفوں کے وسط میں رکھی ہوئی چھوٹی سی میز پر رکھ کر بس نے پیکٹ کھولنا شروع کیا —— محمود اشتیاق آمیز نظروں سے دیکھتا رہا ——

اوپر ایک کپڑے کی تہہ تھی —— اس کے نیچے موٹے ٹاٹ کی تہہ تھی —— اور اندر ایک ٹین کا خوبصورت بکس تھا ——

جیسا عموماً ٹافی اور چاکلیٹ وغیرہ کا ہوتا ہے ٹاٹ اور کپڑا وغیرہ نیچے پھینک کر محمود نے میز صاف کر دی ــــــ اور میں نے ڈبے کو میز پر رکھکر ایک جھٹکے کے ساتھ اس کا ڈھکنا کھول دیا ــــــ

لیکن اندر کا تحفہ دیکھتے ہی ہم دونوں اپنی کرسیوں پر اچھل پڑے ــــ بلکہ محمود تو ایک قدم پیچھے ہٹنے کی کوشش میں کرسی سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا میں بھی گھبراہٹ میں شاید گر جاتا۔ لیکن عین وقت پر ہی ــــــ سنبھل گیا ــــــ

آپ خود بھی ہماری حیرت اور پریشانی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب ہم نے دیکھا کہ ڈبے کا ڈھکنا کھلتے ہی ایک ڈیڑھ فٹ لمبا سیاہ سانپ پھنکار مار کر آدھا کھڑا ہو گیا ــــــ اور اپنی دو شاخی زبان نکال نکالکر خوفناک نظروں سے ہمیں گھورنے لگا ــــــ

کچھ دیر کے لئے تو میرے حواس بالکل جواب دے گئے ــــــ لیکن جب محمود نے سنبھل کر اٹھتے ہوئے خوفزدہ لہجہ میں کہا ــــــ

"اسلم خدا کے لئے اس موذی کو بند کر دو" ــــــ تو میرے ہوش ٹھکانے آ گئے ــــــ خطرناک صورتِ حال کا اندازہ کر کے میں نے فوراً صوفے پر پڑا ہوا اپنا ہیٹ اٹھا کر اس سانپ پر ڈال دیا ــــــ

سانپ پھر ڈبے میں بیٹھ گیا تو میں نے ہیٹ کے اوپر ہی ڈھکنا رکھکر اسے دباتے ہوئے کہا ــــــ

محمود تم اسے دبائے رہو ــــــ میں ذرا بکس میں سے کچھ اوزار نکال لاؤں ــــ"

"نہ بابا" ــــ محمود نے ایک قدم خوف سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا ــــ "میں اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا ــــ تم اس پر کوئی بھاری چیز رکھ دو" ــــ

میں نے اِدھر اُدھر دیکھا جب کوئی بھاری چیز نظر نہ آئی۔ تو اپنے ربڑ سول جوتے اتار کر ڈبے پر رکھ دیئے۔ اور پھر ننگے پیر دوڑتا ہوا دوسرے کمرے میں گیا ــــ بکس کھول کر سانپ کو قابو میں کرنے والے کچھ اوزار نکالے اور ایک بڑے منہ کی بوتل ساتھ لیکر واپس آگیا ــــ

تھوڑی سی کوشش کے بعد ہی میں نے سانپ پر قابو پالیا ــــ قابو پانے کے بعد سب سے پہلے میں نے اس کا منہ کھولکر دیکھا ــــ میرا خیال تھا شاید اس کا زہریلا دانت اور زہر کی پوٹلی دونوں چیزیں ٹوٹی ہوئی ہوں گی ــــ لیکن میرا اندازہ غلط نکلا ــــ اس کے منہ میں دونوں چیزیں موجود تھیں ــــ گویا وہ پوری طرح ہلاکت خیز اور خونخوار تھا ــــ اور اگر ڈبہ کھلتے ہی ہم چونک کر پیچھے نہ ہٹتے ــــ یا شوق میں آکر ڈبہ میز پر رکھکر نہ کھولتے ــــ بلکہ گود میں رکھکر اس کو کھولتے تو یقیناً ہم دونوں دوستوں میں سے ایک اس موذی سانپ کا شکار ہو جاتا

میں نے سانپ کو پہلی نظر دیکھتے ہی پہچان لیا تھا کہ وہ بڑی خطرناک نسل کا ہے جس کا زہر زیادہ سے زیادہ دس منٹ انسان کو زندہ رہنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس کے بعد بڑے آرام اور سکون کے ساتھ موت کی گود میں سلا دیتا ہے۔

سانپ کو میں نے بوتل میں بند کر کے حفاظت کے ساتھ بکس میں رکھ دیا ـــــ اور کمرۂ نشست میں واپس آ کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے محمود سے کہا ـــــ

"کہو میرے عزیز دوست کیا حال ہے ـــــ؟"

"لعنت ہے تمہاری ان محبوباؤں پر ـــــ" محمود نے غراتے ہوئے کہا ـــــ "خیریت گذری ـــــ ورنہ اس وقت ہم میں سے ایک مردہ ہوتا ـــــ؟"

"کیوں ـــــ؟ تم تو کہتے تھے کہ "ربن بو" نے محبت کا تحفہ بھیجا ہوگا" ـــــ میں نے ہنسکر کہا ـــــ

"لیکن اسلم سوال یہ ہے کہ "ربن بو" کیا واقعی کلکتہ جیل سے رہا ہو چکی ہے ـــــ؟"

"یہ تو تحقیق پر پتہ چل سکتا ہے ـــــ؟" میں نے جواب دیا۔ ـــــ "اس کے باوجود دو چیزیں بالکل صاف ہیں ـــــ ایک تو یہ کہ ربن بو جیل سے رہا ہو گئی ہو یا نہ ہوئی ہو ـــــ یہ سانپ ہمیں تحفتاً بھیجنے کا مقصد صرف یہی تھا۔ کہ ہم میں سے ایک موت کا

شکار ہو جائے ——— رہی دوسری بات تو اس کے بارے میں میرا اندازہ یہ ہے کہ یہ تحفہ کم از کم ربن یو کا بھیجا ہوا نہیں تھا۔ بلکہ کسی ایسی ہستی کا بھیجا ہوا تھا جو میرے ماضی کے واقعات کے بارے میں بہت اچھی طرح واقف ہے ———"

"ایسا آدمی کون ہو سکتا ہے ——" محمود نے سوال کیا

"صرف دو"

"کون کون" ——؟

"ڈاکٹر عرفان اور شیمونہ" ——؟

"پھر وہی بات" ——— محمود نے جھنجھلا کر کہا ——"تمہارے ذہن پر عرفان اور شیمونہ مالیخولیا بن کر سوار ہو گئے ہیں ——— بندۂ خدا جب وہ مر چکے ہیں تو ...." ؟

"ٹھہرو محمود" ——— "میں نے خاموشی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا" ——— تم میرے ایک سوال کا جواب دو ——— کیا تم نے شیمونہ اور عرفان کو اپنی آنکھوں سے مرتے دیکھا تھا" ———

"نہیں ———" محمود نے جواب دیا "——— لیکن ہم نے انکی موٹر نیچے کھڈ میں جلتی ہوئی دیکھی تھی" ———

"تو گویا یہ یقینی بات تو نہ ہوئی۔ کہ وہ مر چکے ہیں" ———

"پھر تمہارے خیال میں وہ کہاں غائب ہو گئے ہوں گے؟" ——— ؟ محمود نے سوال کیا ———

"سنو! میرا ایک نظریہ ہے ـــــ جس وقت ہم لوگ موٹر میں بیٹھے ہوئے انکا تعاقب کر رہے تھے اسوقت عرفان اور شیمونہ کی موٹر ہم سے کوئی سو گز کے فاصلے پر تھی ـــــ اب فرض کرو ـــــ اس خطرناک پہاڑی کے موڑ پر عرفان نے دانستہ موٹر کی رفتار سست کر لی اور شیمونہ سے کہا کہ وہ فوراً کار سے اترنے کے لئے تیار ہو جائے ـــــ کھڈ کے کنارے تک پہنچتے پہنچتے کار بالکل آہستہ ہو گئی اور وہ دونوں نیچے اتر پڑے عرفان نے نیچے اتر کر آہستہ آہستہ کھسکتی ہوئی کار کا اسٹیرنگ گھما کر اس کا رخ کھڈ کی جانب کیا اور پھر اس کی رفتار بڑھا کر خود فوراً الگ ہو گیا ـــــ اور کار کے کھڈ میں گرتے ہی وہ دونوں چیخیں مارتے ہوئے دوڑ کر قریب ہی کسی چٹان کے پیچھے جا چھپے ـــــ ہم لوگوں نے چیخوں کی آواز سن کر سمجھ لیا کہ ابھی حادثہ پیش آگیا ہے ـــــ پھر کھڈ کے کنارے پہنچ کر اور ہزاروں فٹ گہرائی میں موٹر جلتی ہوئی دیکھکر یقین کر لیا کہ وہ دونوں ہلاک ہو گئے لیکن ہو سکتا ہے کہ حقیقت میں وہ دونوں اسوقت بھی زندہ سلامت کسی پتھر کے پیچھے چھپے ہوئے اپنی چالاکی پر ہنس رہے ہوں ـــــ"

"لیکن تمہیں یہ بات اس وقت کیوں نہیں سوجھی تھی" ـــــ؟ محمود نے اعتراض کیا ـــــ

"اس لئے کہ اس وقت ہمارے ذہنوں پر فوری طور پر حادثے

کا اثر چھا گیا تھا ـــــ سچ پوچھو تو سیٹھ رحمت بھائی کے حادثہ قتل کے بعد ہی یہ بات میری سمجھ میں آئی ہے ـــــ
کیونکہ زہر کی نوعیت معلوم کرنے کے بعد مجھے یہ یقین ہو گیا ہے کہ اس قسم کا مہلک اور عجیب و غریب زہر سوائے عرفان کے کوئی اور ایجاد نہیں کر سکتا ـــــ"

محمود چند لمحوں تک سوچتا رہا ـــــ پھر بولا۔

"وہ بات تو تمہاری سمجھ میں آنے والی ہے ـــــ کم از کم ایسا ہونا۔ ناممکن نہیں ـــــ"

"ہاں" ـــــ میں نے جواب دیا ـــــ "اس کے علاوہ تم خود سوچو بمبئی میں ہمارا کون دشمن ہے۔ جو ہمیں ہلاک کرنا چاہتا ہو ـــــ اس موذی سانپ کا تحفہ بھیجنے کے صاف معنی یہ ہیں۔ کہ ڈاکٹر عرفان نے ایک بار پھر ہمیں چیلنج کیا ہے ـــــ اس نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہے ـــــ اور اپنی شکستوں کا انتقام لیے بغیر وہ ہمارا پیچھا چھوڑنے والا نہیں ہے ـــــ"

"پھر تو ہمیں بہت محتاط رہنا پڑے گا ـــــ" محمود نے کہا۔ اگر واقعی شیمونہ اور عرفان زندہ ہیں تو ہماری زندگیوں کا خدا ہی حافظ ہے ـــــ"؟

"اپنی زندگیوں کا تو مجھے خیر فکر نہیں ہے" ـــــ میں نے جواب دیا۔ ـــــ "کیونکہ پیشتر بھی ہم کئی بار ان دونوں سے ٹکر لے کر اہنیں

شکست دے چکے ہیں ــــ"

"اچھا جیمز آج کلکتہ سنٹرل جیل کو فون کرکے ربن بو کے بارے میں تو معلوم کیا جائے ــــ"

محمود نے تجویز پیش کی ــــ

"ہاں یہ ضرور کرنا چاہیئے ــــ" میں نے کہا ــــ "بلکہ آؤ ابھی فون کرکے دیکھتے ہیں ــــ دوپہر کا وقت ہے شاید لائن کلیر مل جائے ــــ"

یہ کہکر میں نے فون اٹھا کر ایکسچینج سے کلکتہ ٹرنک کال کے لئے کہا ــــ

پندرہ منٹ کے انتظار کے بعد ہی ہمیں کنکشن مل گیا ــــ میں نے جیل کے انچارج کا نمبر ملوا کر اس سے سوال کیا ــــ

"دو سال پہلے ایک لڑکی ربن بو کو پانچ سال کی سزائے سخت ہوئی تھی ــــ اس کا کیا ہوا ــــ؟"

"آپ کون صاحب بول رہے ہیں ــــ" جیلر نے سوال کیا

"میرا نام اسلم ہے ــــ طارق اسلم ــــ"

"اچھا اچھا ــــ میں سمجھ گیا" ــــ جیلر نے جواب دیا ــــ "ذرا ایک منٹ ٹھہریئے اسلم صاحب ــ میں رجسٹر میں دیکھ لوں ــــ"

چند لمحوں تک خاموشی رہی ــــ پھر جیلر کی

آواز سنائی دی ـــــ

"ہیلو ـــــ اسلم صاحب ـــــ وہ لڑکی ابھی تک جیل میں اپنی سزا بھگت رہی ہے ـــــ لیکن چونکہ وہ شریفانہ زندگی بسر کر رہی ہے ـــــ اس لئے شاید اس کی ایک سال کی سزا کم کر دی جائے"

"بہت اچھا" ـــــ میں نے کہا ـــــ "تکلیف کے لئے بہت بہت شکریہ ـــــ"

یہ کہکر میں نے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا ـــــ اور پھر محمود کی جانب پلٹ کر کہا ـــــ

"رہن بو" کلکتہ جیل میں ہے ـــــ اس سے معاملہ اور صاف ہو جاتا ہے کہ ہمیں سانپ کا تحفہ بھیجنے والا ڈاکٹر عرفان اور شیمونہ کے علاوہ کوئی اور نہیں ـــــ"

"یہی معلوم ہوتا ہے" محمود نے خیالات میں الجھتے ہوئے کہا ـــــ "خیر اب میں اتنا ضرور کہوں گا کہ تمہیں اپنی جان کی طرف سے ہر وقت محتاط رہنا چاہیئے" ـــــ

یہ کہکر محمود نے ایک سگریٹ سلگائی اور آرام کرنے کی غرض سے اپنے کمرہ میں چلا گیا ـ

بہشت در آغوش

میں وانی
حاصف

شام کو میں حسب وعدہ سمینہ کے مکان پر گیا ـــــ وہ میری منتظر تھی ـــــ ہم دونوں فوراً ہی ٹیکسی میں بیٹھکر کلب روانہ ہو گئے ـــ کلب میں داخل ہوئے تو میں نے دیکھا محمود بھی ایک اینگلو انڈین لڑکی کو ساتھ لیے ادھر اُدھر تھرکتا پھر رہا ہے ـــــ کم از کم میں محمود کی اس بات کا ضرور قائل ہوں کہ وہ کسی جگہ بھی اپنے لیے ڈانس پارٹنر تلاش کرنے میں مہارت رکھتا ہے۔ تنہا کلب میں داخل ہوگا۔ اور پانچ منٹ بعد ہی کسی اچھی سی لڑکی کے ساتھ ناچ رہا ہوگا۔

میں نے اندر داخل ہوکر سمینہ کے پہلو میں کہنی کا ٹہوکا دیکر محمود کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا

"انہیں پہچانتی ہو ـــــ؟"

"جی ہاں ——— پہلے روز آپ کے ساتھ ہی دیکھا تھا۔ ——— غالباً مسٹر محمود ان کا نام ہے ———"

"ہاں ——— محمود ہی انکا نام ہے ——— اور یہ میرے واحد مخلص دوست ہیں ———"

دونوں ھال کے ایک کونے میں خالی میز پر جا بیٹھے ——— بیرا آیا تو میں نے پوچھا ———

"فرمائیے آپ کیا پیئیں گی ———؟"

"کوئی ٹھنڈی چیز ہی لوں گی ———"

میں نے بیرے کو اپنے لئے ایک پیگ وسکی کا آرڈر دیا۔ اور سیمینہ کے لئے اورنج اسکوائش منگوا دیا ——— تھوڑی دیر کے بعد ہی بیرا دونوں چیزیں میز پر رکھ کر گیا تو میں نے اس سے پوچھا ———

"کیا آپ ڈانس جانتی ہیں ———"

"زیادہ نہیں ———؟"

"بہر حال تھوڑا یا بہت ——— کچھ نہ کچھ جانتی تو ہو۔ مجھے اپنے لئے پارٹنر تو تلاش کرنی نہیں پڑے گی ———"

وہ مسکرا کر خاموش ہو گئی۔

گلاس خالی ہو گئے تو میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آیئے ڈانس فلور پر چلتے ہیں ———"

سمینہ نے لجاتے ہوئے اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں دے دیا ——

فلور پر آکر آرکسٹرا کے ساتھ ہمارے قدم اٹھنے لگے —— میں نے سمینہ کی کمر میں ہاتھ میں ڈالا تو میرے سارے جسم میں جھرجھری سی آگئی —— اس کا جسم ریشم کی طرح چکنا اور پتھر کی طرح ٹھوس تھا —— اس کے سانسوں کی مہک مجھے اپنے رخساروں پر محسوس ہو رہی تھی اور اس کے گداز سینے کی چٹانیں میرے سینے سے ٹکرا رہی تھیں ——

میں نے صرف ایک پیگ وہسکی کا پیا تھا —— لیکن سمینہ کو اپنی آغوش میں لیکر مجھے ایسا محسوس ہونے لگا۔ جیسے میں نے وہسکی کی پوری بوتل چڑھا لی ہو —— آرکسٹرا کی دل آویز دھنیں مجسم ہوکر دماغ کے پردوں سے ٹکراتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں —— دودھیا رنگ کی سفید روشنی میں ہال روم کا ماحول بڑا پراسرار سا لگ رہا تھا ——

"مس سمینہ ——" ناچتے ناچتے میں نے اس کی کمر کے گرد اپنی گرفت کو ذرا سخت کرتے ہوئے کہا

سمینہ نے اپنی شرابی آنکھوں سے میری جانب دیکھا۔ اور بولی ——

"صرف سمینہ کہیئے ——"

"شکریہ ——" میں نے جواب دیا —— اور اسے اور زیادہ اپنی جانب کھینچ لیا ——

"کہیے ——" اس نے کہا ——
"آپ اس قدر دل کش کیوں ہیں۔ کہ پہلی ملاقات میں ہی دیکھنے والے کے ذہن پر چھا جاتی ہیں"!
وہ شرما گئی —— اور اس بار خود میرے سینے سے چمٹتے ہوئے بولی ——
"کیا واقعی ——"؟
"مجھے جھوٹ بولنے کی عادت نہیں"
"اور آپ اسقدر چالاک کیوں ہیں۔ کہ نگاہوں سے ہی دل کا سارا راز پڑھ لیتے ہیں ——"
"اس میں میرا کیا قصور ہے —— اپنی ان مخمور آنکھوں سے پوچھو ——"
ایک راؤنڈ ختم ہونے کے بعد ہم لوگ پھر میز پر آ بیٹھے —— میں نے ایک گلاس وہسکی اور منگا یا اور سمیینہ کے لئے لیمن منگا دیا —— گلاس خالی کرنے کے بعد میں نے سمینہ کے بازو تھام کر اسے اٹھاتے ہوئے کہا ——
"چلو باہر لان میں بیٹھیں گے ——"
"چلو ——"
باہر کلب کا مختصر سا باغیچہ تھا —— جس کے درمیان میں سرسبز بیلوں سے ڈھکا ہوا ایک سائبان تھا ——

جس کے مدمقابل اطراف میں گھنی بیلوں نے دیواریں سی بنادی تھیں ـــــ

میں سمیعہ کو لیکر اس سائبان کے اندر جا بیٹھا ـــــ مرمریں بنچ پر بیٹھ کر سمیعہ نے اپنا سر میرے شانے پر رکھدیا اور میری ٹائی پن سے کھیلتے ہوئے بولی ـــــ

"اسلم صاحب ـــــ ؟"

"صرف اسلم کہو ـــــ"

"شکریہ ـــــ" اس نے مسکرا کر کہا ـــــ

میں نے اسے شانوں سے پکڑ کر اپنی آغوش میں کھینچ لیا اور اس کے عنابی ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھدیئے ـــــ سمیعہ نے اپنے دونوں بازو میری گردن میں حمائل کردیئے اور اپنی پوری قوت سے مجھ سے چمٹ گئی ـــــ

زندگی کے مسرور کن لمحے اتنی تیزی سے گذر جاتے ہیں۔ کہ پتہ بھی نہیں چلتا ـــــ خاص طور پر محبوبہ آغوش میں ہو تو وقت اس طرح دبے پاؤں گذرتا ہے کہ آہٹ تک محسوس نہیں ہوتی ـــــ

میرا خیال تھا کہ باہر باغیچہ میں آنے کے بعد ہمیں صرف تین چار منٹ گذرے ہوں گے۔ لیکن اٹھتے وقت جب میں نے گھڑی دیکھی تو پتہ چلا کہ دو گھنٹے گذر چکے تھے ـــــ

اس دوران میں ہم نے کیا کیا باتیں کیں ـــــ ؟ ان کا دہرانا ناممکن بھی ہے اور فضول بھی۔ کیونکہ میں کسی فلاسفر کے اس مقولے کا سو فیصدی قائل

ہوں کہ آدمی تین جگہ نہایت احمق بن جاتا ہے ـــــ اول آئینے کے سامنے ـــــ دوسرے کسی بچے کو کھلاتے وقت اور تیسرے اپنی محبوبہ کی موجودگی میں ـــــ

دس بجے کے قریب سمبنہ نے کہا ـــــ

"اب ہمیں چلنا چاہیئے ـــــ کافی دیر ہو گئی ہے ـــــ"

"چلو" ـــــ میں نے اٹھتے ہوئے کہا ـــــ

راستہ میں میں نے اس سے پھر رحمت بھائی کی موت کا ذکر چھیڑا ـــــ خیال تھا کہ شاید اب وہ اپنے دل کا راز بتا دیگی ـــــ لیکن میرا اندازہ غلط نکلا ـــــ میرے سوال پر اس نے بڑی نزاکت کے ساتھ اپنا ہاتھ میرے ہونٹوں پر رکھ دیا - اور اٹھلا کر بولی ـــــ

"اسلم ڈیر ـــــ پلیز اس خوفناک واقعہ کا ذکر چھیڑ کر ان مسرورکن لمحات کا ذائقہ تلخ نہ کرو جو ہم ابھی ابھی گذار کر آئے ہیں "

بات اس کی بھی معقول تھی ۔ اس لئے میں خاموش ہو گیا ـــــ اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے اس نے رخصت کے طور پر خود ہی اپنا چہرہ میری جانب بڑھا دیا - تاکہ میں اس کے برق تاب ہونٹوں کو چوم لوں ـــــ اور جب میں نے اس کی خواہش پوری کر دی تو وہ گڈ نائٹ کہکر ہنستی ہوئی اندر بھاگ گئی ـــــ

خوبصورت موت

گیارہ بجے کے قریب میں اپنے کمرے میں پہنچا —— محمود ابھی تک واپس نہیں آیا تھا —— مجھے دوہرا نشہ ہو رہا تھا —— ایک وہسکی کا اور دوسرا سمینہ کے ہونٹوں کا —— میرے دل میں مستقبل کے خوش آئند تصور سے گدگدیاں سی ہو رہی تھیں۔ میں نے اپنے کپڑے اتارنے کی بھی تکلیف گوارا نہیں کی —— اسی طرح بستر پر دراز ہو گیا اور سمینہ کے خیال میں گم ہو گیا ——

نہ جانے کتنی دیر گذری ہو گی کہ یکایک فون کی تیز گھنٹی کی آواز خیالات کے رنگ محلوں پر بجلی بن کر گرتی ہوئی سنائی دی —— میں چونک کر اٹھ بیٹھا۔ اور بڑبڑاتا ہوا فون تک پہنچا —— ریسیور اٹھا کر میں نے کہا ——

"ہیلو ——"

جواب میں ایک دلکش نسوانی آواز سنائی دی ــــــ

"کون صاحب بول رہے ہیں ـ ؟"

"میں ہوں طارق" ــــــ میں نے جواب دیا ــــــ "اور آپکی تعریف ــــ" ؟

"میں وہ ہوں جسے آپ کبھی نہیں بھول سکتے" ــــ جواب ملا ــــ

"آواز کسی قدر شناسا تھی ــــــ میرا نشہ میں ملفوف دماغ صحیح طور پر شناخت نہ کر سکا ـ کہ کس کی آواز ہے ــــــ اس لئے میں نے پوچھا ــ

"کیا سمینہ" ــــ ؟

"نہیں" جواب ملا ــــ

"پھر کون ہو" ــــ میں نے جھنجھلا کر کہا ــــــ

"اندازہ لگائیے" ــــ

میں نے نشے کی ترنگ میں یونہی نام لینے شروع کئے ــــــ

"کیا ربن ہو" ــــــ

"نہیں" ــــ

"ریٹا"

"نہیں" ــــ

"شیمونہ" ــــ

جواب میں ایک لمحہ کے لئے سکوت چھایا ــــ پھر آواز آئی ــ

"چھوڑو ــــــ تم نہیں پہچان سکو گے" ــــ ؟

"پھر کون ہو ــــ بتاتی کیوں نہیں"ــــ

"میں بتا چکی ہوں"ــــ جواب ملا ــــ "میں وہ ہوں جسے تم کبھی نہیں بھلا سکتے ۔ اور جس سے تم کبھی چھٹکارا نہیں پا سکتے"ــــ ؟

"پھر تو تم یقیناً خدا ہو"ــــ میں نے جھنجھلا کر کہا ــــ "کیونکہ صرف خدا کے بارے میں ہی کہا جاتا ہے کہ وہ ہر جگہ ہے اور ہر وقت ہوتا ہے ــــ اور جسے انسان کبھی نہیں بھولتا ــــ کم از کم مصیبت کے وقت ضرور یاد کر لیتا ہے"ــــ

جواب میں ایک ہلکا پھلکا قہقہہ سنائی دیا ــــ

"بہت قریب پہنچ گئے ہو ــــ اور سوچو"ــــ ؟

"لعنت ہے تم پر"ــــ میں نے غصہ میں بھر کر کہا ــــ "صاف صاف کیوں نہیں بتا دیتیں کہ تم کون ہو"ــــ ؟

"تمہاری موت"ــــ

جواب کے ساتھ ہی ایک نقرئی قہقہہ چاندی کی گھنٹیوں کی طرح چھنک اٹھا۔

ــــ "بہت اچھا میری موت صاحبہ"ــــ میں نے اور زیادہ جھنجھلاتے ہوئے کہا ــــ "فرمائیے اس وقت آپ نے فون کرنے کی تکلیف کیسے گوارا فرمائی ــــ کیا مجھ پر عاشق ہو گئی ہو"ــــ

"نہیں"ــــ جواب ملا ــــ "میں تمہیں مبارکباد دینا چاہتی تھی"ــــ

"بہت خوب ــــ لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کس بات کی"ــــ ؟

"جی ہاں ——— آپ نے رحمت بھائی کی موت کا اصل راز معلوم کر لیا ہے اور زہر کی نوعیت کا پتہ چلا لیا ہے اسی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دینا چاہتی تھی ——— کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان میں تم واحد شخص ہو جو اس زہر کو اس قدر جلد پہچان گئے ورنہ کوئی دوسرا شخص کبھی اسے شناخت نہیں کر سکتا تھا"———

"میرا دل دھڑکنے لگا ——— ذہن پوری طرح بیدار ہو کر سوچنے لگا کہ یہ کون ہو سکتی ہے ———اور رحمت بھائی کی موت سے اس کا کیا تعلق ہے ———؟

"خوب" ——— میں نے اندھیرے میں تیر چلاتے ہوئے کہا ——— "تو یہ کہیے کہ اس زہر کے موجد آپ ——— کے ڈاکٹر عرفان تھے "———؟

ایک لمحہ کے لئے پھر سکوت سا ہوا ——— لیکن فوراً ہی سوال کیا گیا ——— "کون ڈاکٹر عرفان ———"

"اگر تم شمو نہ ہو تو . . ." . . ؟

"تمہارا اندازہ غلط ہے "——— میری بات کاٹتے ہوئے جواب ملا ———

"پھر آپ کا واردات قتل سے کیا تعلق ہے "———؟

"صرف ہمدردی "———؟

"کس سے "———؟

"ان تمام لوگوں سے جو اس معاملے کی کھوج میں لگے ہوئے ہیں"۔

میں خاموش ہو گیا ——— ایک لمحہ کے بعد میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ میں نے آپکی آواز کہیں ضرور سنی ہے"۔ ؟

"ایک بار نہیں سینکڑوں بار" ——— ؟

"کیا میں نے آپ کو دیکھا بھی ہے" ——— ؟

"جی ہاں ———"

"کیا تم خوبصورت ہو" ——— ؟

"بے حد" ———

"پھر فون کرنے کی کیا ضرورت تھی ——— تم خود ہی کیوں نہیں آگئیں"

"اس لئے کہ ابھی تمہاری زندگی کے کچھ دن باقی ہیں" ———

لعنت ہے تم پر اور تمہاری بکواس پر" ——— میں نے جواب میں کہا اور جھنجھلا کر ریسیور رکھ دیا ——— پھر فوراً ہی ایک نئے خیال کے زیر تحت میں نے ٹیلیفون ایکسچینج کا نمبر ملا کر پوچھا کہ ابھی ابھی جو مجھے فون کر رہا تھا وہ کس نمبر سے بول رہا تھا ———

ایکسچینج کی جانب سے جواب ملا کہ وہ فون چرچ گیٹ کے ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ سے کیا گیا تھا۔

میں نے ریسیور رکھ دیا اور سونے کی غرض سے لباس تبدیل کرنے لگا۔ لیکن ابھی قمیض اتار ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی ——— میں نے ریسیور اٹھایا ———

"ہیلو" ــــــ

جواب میں وہی ریشمیں آواز سنائی دی ــــــ

"ٹیلیفون ایکسچینج کو فون کرنے کی کیا ضرورت تھی ــــــ مجھ سے ہی کیوں نہ پوچھ لیا تھا کہ میں کہاں سے بول رہی ہوں" ــــــ

"جہنم میں جاؤ تم اور تمہارا فون" ــــــ میں نے جھنجلا کر کہا ــ "آخر تم میری نیند کیوں خراب کر رہی ہو" ــــــ

لیکن پھر یکایک ایک نیا خیال میرے ذہن میں آیا ــــ میں نے سوچا کہ زہر کے تجربے کے متعلق مجھے، ڈاکٹر مہتہ کو اور صرف محمود کو معلوم تھا ــ پھر کسی چوتھے شخص کو یہ کیسے پتہ چل گیا کہ میں زہر کو شناخت کر چکا ہوں ۔ چنانچہ میں نے سوال کیا ــــــ

"سنو! ــــ تمہیں یہ کیسے پتہ چلا کہ میں نے زہر کے بارے میں معلومات کر لی ہیں" ــ

"تم اپنے علاوہ دوسروں کو بیوقوف کیوں سمجھتے ہو" ــــ طنزیہ انداز میں جواب ملا ــــ

"میں نے بیوقوف تو نہیں کہا" ــــــ میں نے کہا ــــ "میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بات چند آدمیوں کے سوائے کسی کو نہیں معلوم پھر تم نے کیسے جانا" ــــ ؟

"بڑی آسانی سے" ــــ جواب ملا ــــــ "جب تم ایمونیا میں کوئی خوشبو ملا کر موقعہ واردات کے گواہوں کے پاس گئے ــــــ اسی

سے ہم نے ـــــ ۔ ۔ ۔ ۔ میرا مطلب ہے میں نے سمجھ لیا کہ تم زہر کی حقیقت دریافت کر چکے ہو اور مزید احتیاط کے لئے تحقیق کر رہے ہو۔"

"بہت خوب"ـــــ میں نے جواب دیا ـــــ "واقعی تم ضرورت سے زیادہ چالاک معلوم ہوتی ہو ـــــ بہرکیف فی الحال خداحافظ مجھے اس وقت سخت نیند آرہی ہے"ـــــ یہ کہکر میں نے رسیور رکھدیا ـــــ

اور لباس تبدیل کر کے بستر پر جاکر لیٹ گیا ـــــ

لیکن سخت نیند آنے کے باوجود میں بہت دیر تک نہ سو سکا۔ بار بار یہ خیال پریشان کرتا رہا کہ وہ کون عورت تھی ـــــ؟ اور کیوں اس نے مجھے فون کیا ـــــ؟

بمبئی آئے ہوئے ابھی چند روز ہی ہوئے تھے۔ کہ پر اسرار حالات نے ہمیں پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا ـــــ سیٹھ رحمت بھائی کا قتل ـــــ عجیب و غریب زہر، سمینہ کا راز ـــــ سانپ کا تحفہ۔ اور یہ پر اسرار گفتگو ـــــ ساری باتیں سپنولیوں کی طرح میرے ذہن میں رینگ رہی تھیں ـــــ نہ جانے کیوں یہ خیال میرے دل میں پختہ ہوتا جارہا تھا۔ کہ ڈاکٹر عرفان اور شیمونہ واقعی بمبئی میں موجود ہیں۔ اور اس تمام سازش کی تہہ میں ان دونوں کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔

ورنہ کسی کو کیا غرض تھی کہ ہمیں مہلک سانپ تحفہ کے طور پر بھیجتا۔ اور اس طرح گمنام ٹیلیفون کرتا ـــــ

غرض اسی قسم کے متضاد خیالات میں پریشان میں پہروں کروٹیں بدلتا رہا۔۔۔ آخر نیند کی دیوی کو مجھ پر رحم آگیا۔ ۔۔۔ اور میں سو گیا۔

ایک عورت

ارے بھیجے دنیا
پاگل ہو جاتی ہے

رات کے پراسرار فون کا ذکر میں نے محمود سے نہیں کیا۔ کیونکہ میں اسے خوفزدہ کرنا نہیں چاہتا تھا ——— البتہ میں نے اپنے دل میں تہیہ کر لیا کہ اب میں اس معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کیلئے اپنی پوری کوششیں صرف کر دوں گا۔

فوری طور پر میرے سامنے سیٹھ رحمت بھائی کے قتل کا حادثہ تھا اس لئے اپنی تحقیق کا آغاز اسی معاملہ سے کرنا تھا۔ سب جان کر میں دوسرے روز خفیہ پولیس کے چیف انسپکٹر مسٹر کیلاش سے ملنے گیا ——— وہ اپنے دفتر میں ہی مجھے مل گئے۔

میں نے اپنا وزیٹنگ کارڈ بھیجا ——— فوراً ہی مجھے اندر بلا لیا گیا۔ اندر گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان شخص بھاری میز کے پیچھے فائلوں پر جھکا

ہوا بیٹھا ہے ـــــ یہی بمبئی خفیہ پولیس کے چیف انسپکٹر مسٹر کیبلاش بھتے۔

وہ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولے

"مسٹر اسلم ـــــ آپ سے ملکر مجھے بڑی مسرت ہوئی ـــــ میں آپ کا نام بیشتر کئی مرتبہ سن چکا ہوں"!

"شکریہ" ـــــ میں نے مصافحہ کرکے ان کے مقابل کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا ـــــ

چائے اور سگریٹ سے پر تکلف تواضع کرنے کے بعد انہوں نے پوچھا۔

"کہئے کیسے تکلیف فرمائی ـــــ کیا میرے لائق کوئی خدمت ہے" ـــــ ؟

"میں سیٹھ رحمت بھائی کے حادثہ قتل کے سلسلے میں کچھ دریافت کرنے آیا ہوں" ـــــ

اوہ! ـــــ میں سمجھا" ـــــ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا ـــــ "تو گویا واقعی آپ بھی اس کیس میں دلچسپی لے رہے ہیں ـــــ مجھے انسپکٹر رندھیر سے معلوم ہوا تھا" ـــــ

میں سمجھ گیا کہ انسپکٹر رندھیر ریلوے اسٹیشن پولیس چوکی کا انچارج ہے ـــــ میں نے جواب دیا ـــــ

"جی ہاں ــــ ان سے بھی اس سلسلے میں ایک دو بار ملاقات ہو چکی ہے" ــــ ؟

"فرمائیے ــــ کیا آپ نے اس سلسلہ میں کوئی نظریہ قائم کیا ہے" ــــ ؟ مسٹر کیلاش نے پرشوق لہجہ میں پوچھا۔

"فی الحال میں فیصلہ کن طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا" ــــ میں نے جواب دیا ــــ "البتہ شاید کچھ روز کے بعد میں اس قابل ہو سکوں ــــ لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس وقت تک آپکی تحقیق سے کیا نتیجہ نکلا" ــــ ؟

"صفر" ــــ مسٹر کیلاش نے ہنستے ہوئے کہا ــــ "میری تو عقل حیران ہے ــــ کوئی سرا ہی نظر نہیں آتا جہاں سے تحقیق شروع کروں ــــ یہ تو طے ہے کہ سیٹھ رحمت بھائی کو زہر دیکر ہلاک کیا گیا ہے ــــ کیونکہ پوسٹ مارٹم سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ لیکن وہ زہر کس نے کھلایا ــــ کب کھلایا ــــ اور کس قسم کا وہ مہلک زہر تھا۔ یہ تمام باتیں ایک ایسا معمہ ہیں۔ جسے حل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی"۔

"کیا آپ نے سیٹھ رحمت بھائی کے ملاقاتیوں اور دوستوں کے بارے میں کوئی تحقیق کی تھی" ــــ ؟

"جی ہاں ــــ لیکن کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا ــــ صرف ایک بات قابلِ ذکر ہے" ــــ ؟

"وہ کیا ـــــــ؟" میں نے سوال کیا ـــــ

"وہ یہ کہ تین چار ماہ سے ایک خوبصورت عورت ان کے ساتھ اکثر دیکھی جاتی تھی" ـــــ

"وہ عورت کون تھی ـــــ؟" میں نے پوچھا۔

"اس بارے میں ابھی کچھ نہیں معلوم ہو سکا ـــــ صرف اتنا معلوم ہوا کہ اس کا نام فرزانہ ہے۔ اور وہ اکثر رحمت بھائی سے ملنے کے لئے آتی رہتی تھی ـــــ سیٹھ صاحب اور وہ عورت گھنٹوں کمرے میں بند باتیں کرتے رہتے تھے ـــــ؟"

"کیا اس عورت کا ناک نقشہ معلوم ہو سکا"

"جی ہاں" ـــــ مسٹر کیلاش نے جواب دیا ـــــ "معلوم ہوا کہ وہ ناٹے قد اور گداز جسم کی بڑی حسین عورت ہے ـــــ خاص طور پر اس کی آنکھیں بڑی حسین بتائی جاتی ہیں"

"ہوں" ـــــ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ـــــ "اچھا مسٹر کیلاش کیا آپ میری خاطر ایک تکلیف گوارا فرما سکتے ہیں ـــــ؟"

"فرمائیے ـــــ؟"

"ذرا آپ پولیس کا ایک دو سال کا ریکارڈ دیکھ کر معلوم کریں کہ کیا پہلے بھی اس قسم کی کچھ پراسرار موتیں ہو چکی ہیں ـــــ؟"

مسٹر کیلاش کے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا ہو گئے ـــــ انہوں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا

"کیوں آپ یہ کیوں معلوم کرنا چاہتے ہیں"؟

"یہ میں بعد میں بتاؤں گا ـــــــ پہلے آپ..."؟

انھوں نے میری بات کاٹ دی اور جلدی سے بولے ـــــــ

"میں اس سلسلے میں پولیس کا دو سال کا پورا ریکارڈ پہلے ہی دیکھ چکا ہوں" ـــــــ

"پھر" ـــــــ میں نے پر شوق لہجہ میں پوچھا ـــــــ "کیا نتیجہ نکلا" ـــــــ ؟

"واقعی ـــــــ پیشتر نہیں ہوتیں کچھ پر اسرار حالات میں ہو چکی ہیں ـــــــ مثلاً ایک شخص صبح کو اپنے کمرے میں مردہ پایا گیا ـــــــ ایک شخص ایک پبلک پارک میں مردہ پایا گیا۔ جس کے پیر میں کسی مہلک سانپ کے ڈسنے کا نشان تھا ـــــــ اور ایک شخص پہلے اچانک پاگل ہو گیا ـــــــ پھر کچھ روز کے بعد مر گیا" ـــــــ

"کیا یہ تینوں شخص دولت مند تھے" ـــــــ ؟ میں نے سوال کیا۔

"جی ہاں سب لکھ پتی تھے اس لئے تو ان کی موتوں کا حال پولیس کے ریکارڈ میں درج ہے ـــــــ مفلس ہوتے تو کسی کو کیا غرض تھی۔ ان کے بارے میں فکر مند ہوتا" ـــــــ

"کیا ان سب کی موتوں کے بعد پولیس نے تحقیق کی تھی" ـــــــ ؟

"جی ہاں ـــــــ رفع شک کے لئے بہت خفیہ طور پر کچھ تحقیق کرنے کی کوشش کی گئی تھی ـــــــ لیکن کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا" ـــــــ

"ان کیسوں کی تحقیق کس نے کی تھی ۔۔۔"؟

"انسپکٹر بلونت نے ۔۔۔ اسوقت چیف انسپکٹر وہی تھے ۔۔۔"؟

مسٹر کیلاش نے جواب دیا۔

"اچھا ' اچھا ۔۔ میں سمجھ گیا" ۔۔۔ میں نے کہا ۔۔۔ "میں مسٹر بلونت کو اچھی طرح جانتا ہوں آج کل وہ کہاں ہیں"؟

"آج کل وہ خفیہ پولیس کی پولیٹیکل شاخ میں کام کر رہے ہیں" ۔۔؟

"کیا اسوقت میں ان سے مل سکتا ہوں ۔۔۔"؟

"یقیناً ۔۔۔ کہیئے تو یہیں بلا دوں ۔۔۔ ۔ ان کا دفتر اوپر کی منزل میں ہے ۔۔"؟

"ایسا ہو سکے تو بڑا اچھا ہے ۔۔۔"

مسٹر کیلاش نے فون کا رسیور اٹھایا اور بلونت کا نمبر ملا کر کہا ۔۔۔

"مسٹر بلونت ۔۔۔ مسٹر طارق آپ سے ملنا چاہتے ہیں ۔۔۔ اگر فرصت ہو تو کچھ دیر کے لئے میرے ہی دفتر میں تشریف لے آئیں ۔۔۔"؟

بلونت کا جواب سن کر مسٹر کیلاش نے رسیور رکھدیا اور مجھ سے کہا ۔۔۔

"وہ ابھی آرہے ہیں ۔۔۔"

پانچ منٹ بعد ہی بلونت آگیا ۔۔۔ وہ میرا پرانا دوست تھا اس لئے ہم بڑے تپاک سے ملے۔ کچھ دیر رسمی گفتگو ہونے کے بعد آخر اصل گفتگو شروع ہوئی۔ تو میں نے بلونت سے پوچھا ۔۔۔

"کیوں مسٹر بلونت ۔۔۔ گذشتہ ڈیڑھ سال کے عرصہ میں تین دو ہمشیر

اشخاص کی جو پر اسرار موتیں ہوئیں ہیں انکی تحقیق کیا آپ نے ہی کی تھی"۔۔۔ ؟

"جی ہاں"۔۔۔ بلونت نے جواب دیا"۔۔۔ رفع شک کی خاطر میں نے معمولی سی تحقیق کی تھی"۔۔۔ ؟

"پھر کیا نتیجہ برآمد ہوا"۔۔۔ ؟

"کچھ نہیں اگرچہ یہ تینوں موتیں شک آمیز ضرور تھیں لیکن کوئی ایسا ثبوت نہ مل سکا جس سے انہیں حادثہ قتل سمجھا جاتا"۔۔۔

"کیا تحقیق کے دوران میں آپ نے کسی عورت کا ذکر نہیں سنا"۔۔۔

میں نے کہا۔۔۔ "کسی ایسی عورت کا جو نہایت خوبصورت ہو اور مرحوم کی موت سے پانچ چھ ماہ پیشتر اس کے حلقہ احباب میں شامل ہوگئی ہو"۔۔۔

بلونت چند لمحوں تک سوچتا رہا۔۔۔ پھر بولا۔

"اگر آپ کا مطلب ہے کہ وہ ایک ہی عورت تینوں اشخاص کے کیسوں میں ہوگی تو آپ کا خیال غلط ہے۔۔۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ تینوں مرنے والوں کے تعلقات اپنے آخری دنوں میں کسی نہ کسی عورت سے ضرور رہے تھے"۔۔۔

"آپ کا مطلب ہے کہ ہر شخص کے معاملہ میں ایک عورت ضرور تھی"۔۔۔ ؟ میں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔۔۔ اور وہ تینوں عورتیں مختلف تھیں"۔۔۔ ؟

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں"۔۔۔ میں نے اعتراض کیا۔۔۔

"اس لئے کہ تینوں کے نام مختلف تھے"۔۔۔ بلونت نے جواب دیا

"لیکن میں حیران ہوں کہ عورت کے معاملے کو آپ اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہیں

جبکہ دولت مند انسانوں کی زندگی میں خوبصورت عورتیں اکثر آتی جاتی رہتی ہیں "

"جی ہاں یہ درست ہے" ـــــ میں نے جواب دیا ـــــ "لیکن کیا آپ ان تینوں عورتوں سے ملے تھے" ؟

"نہیں" ـــــ بلونت نے جواب دیا" ـــــ میں نے معاملہ کے اس پہلو کو مشکوک نظروں سے دیکھا ہی نہیں تھا" ـــــ

"پھر تو آپ یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ تینوں عورتیں مختلف تھیں یا ایک ہی عورت تھی" ـــــ ؟

"ہاں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا ـــــ پھر بھی میرا خیال ہے کہ وہ الگ الگ ہی ہوں گی ۔ کیونکہ ان کے نام مختلف تھے" ـــــ ؟

"نام تو تبدیل کیے جا سکتے ہیں" ـــــ میں نے جواب دیا ۔

"یہ تو ٹھیک ہے" ـــــ بلونت نے کہا ـــــ "لیکن آپ کیوں اس بارے میں پوچھ رہے ہیں" ـــــ ؟

"اس لیے کہ سیٹھ رحمت بھائی کی پراسرار موت میں بھی ایک خوبصورت عورت کا ہاتھ ہے" ـــــ میں نے جواب دیا ـــــ

"کیا" ـــــ ؟ میری اس بات پر مسٹر کیلاش نے اپنی کرسی پر اچھلتے ہوئے کہا ـــــ "مسٹر طارق کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ رحمت بھائی کی موت میں اس عورت فرزانہ کا ہاتھ ہے" ـــــ ؟

"جی ہاں ـــــ میرا یہی اندازہ ہے" ـــــ ؟

"کیوں ـــــ کیا ایسا شک کرنے کے لیے آپکے پاس کوئی ثبوت ہے" ـ ؟

"ثبوت ہوتا تو میں اسے کبھی کا گرفتار کرا چکا ہوتا ـــــ لیکن یہ حقیقت ہے کہ سیٹھ رحمت بھائی کی موت میں اس عورت کا ہاتھ ضرور ہے"ـــــ؟

"پھر بھی کوئی وجہ تو ضرور ہوگی"ـــــ مسٹر کیلاش نے کہا ـــــ "جس کی وجہ سے آپ اس لڑکی کو مجرم سمجھ رہے ہیں"ـــــ

"جی ہاں ـــــ میں عرض کرتا ہوں"ـــــ میں نے جواب دیا ـــــ اور پھر تفصیل سے انہیں زہر کی نوعیت کے بارے میں سمجھا کر رات کے پراسرار ٹیلیفون کی گفتگو کا واقعہ سنایا۔ سارے واقعات سنکر مسٹر کیلاش اور بلونت کی آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں ـــــ بڑی دیر تک وہ دونوں تعجب سے میرے منہ کو تکتے رہے ـــــ پھر مسٹر کیلاش بولے

"مسٹر طارق اس میں شک نہیں کہ آپکی معلومات زہروں کے بارے میں بے اندازہ ہیں ـــــ ہم لوگ تو کبھی یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے ـــــ لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی"ـــــ؟

"وہ کیا"ـــــ؟ میں نے پوچھا ـــــ

"اگر وہ عورت واقعی مجرم ہے تو اس نے آپ کو فون کیوں کیا"ـــــ؟

"ایک سوال میں آپ سے پوچھتا ہوں"ـــــ میں نے کہا ـــــ

"فرمائیے"ـــــ؟

"اگر وہ عورت مجرم نہیں ہے تو اسے زہر کی نوعیت کے بارے میں کیسے علم ہوا ـــــ اس نے امونیا ملی ہوئی خوشبو کا ذکر سن کر ہی کیسے معلوم کر لیا کہ میں زہر کی اصل حقیقت دریافت کر چکا ہوں"ـــــ

"کیا یہ بات آپ تین حضرات کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم تھی" —— ؟

بلونت نے کہا ——

"جی ہاں —— میرے، محمود کے اور ڈاکٹر مہتہ کے علاوہ ...

کوئی واقف نہیں تھا ——"

"پھر تو آپ کا اندازہ درست ہے" —— ...

"لیکن پھر بھی ایک اعتراض ابھی باقی ہے ...

"وہ کیا" —— ؟

"یہ آپ کس طرح یقین سے ...

والی وہ عورت فرزانہ ہی تھی ...

"اعتراض آپ کا ...

—— "لیکن نہ جا ...

کوئی اور نہیں ہو سکتا ...

"آخر ا ...

"اس با ...

"فرما ...

اور بلونت نے ...

"بہن ...

کے ساتھ ڈاک ...

ذریعہ تھوڑ ...

اور زیادہ متعجب ہوئے۔

آخر جب یہ قصہ بیان کر چکا تو چند لمحے سوچنے کے بعد مسٹر کیلاش نے کہا

مسٹر طارق —— آپ کا نظریہ یہ ہے کہ دراصل عرفان اور شیمونہ مرے

—— میں نے اثبات میں سر ہلایا ——

ہقیم قتل و غارتگری میں مصروف ہیں۔ یا زیادہ

اشخاص کی موتیں اور سیٹھ رحمت بھائی کی

"—— ؟

اور وہ عورتیں جنہیں مسٹر

ایک عورت شیمونہ کے علاوہ

قات میں مختلف ناموں سے

ہی —— اور اب

نتیجہ آپکے سامنے ہے

"——

"——

نیا —— اب

—— ؟ ——

"میری رائے میں فی الحال یہ قدم مناسب نہیں ـــــ اس کے علاوہ شاید اب وہ آپ کے ہاتھ بھی نہ آئے" ـــــ

"کیا مطلب" ـــــ ؟ مسٹر کیلاش نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

"مطلب یہ کہ اب وہ اپنی رہائش اور اپنا مکان بدل چکی ہو گی ـــــ آپ کوشش کر کے دیکھ لیجئے ـــــ اگر وہ واقعی مل جائے تو اس کی خفیہ نگرانی ضرور کی جائے" ـــــ

"بہت اچھا میں ابھی اپنے آدمی کو بھیجتا ہوں" ـــــ

یہ کہکر مسٹر کیلاش نے فون کا ریسیور اٹھایا ـــــ اور اپنے کسی اسسٹنٹ کو دفتر میں آنے کا حکم دیا ـــــ

وقت چونکہ کافی ہو چکا تھا اس لئے میں نے اٹھتے ہوئے کہا ـــــ

"اچھا مسٹر کیلاش اب میں چلوں گا" ـــــ ؟

"بہت اچھا" ـــــ انہوں نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا ـــــ "میں آپکا بہت مشکور ہوں مسٹر طارق کہ آپ نے مجھے ایک نیا راستہ دکھا دیا ہے ـــــ مجھے خوشی ہو گی کہ آپ اس سلسلہ میں اگر آئندہ بھی میری مدد کر سکیں ـــــ اگر کسی وقت پولیس کی ضرورت ہو تو فوراً مجھے فون کر دیجیئے" ـــــ

"بہت بہتر ـــــ عنایت کے لئے شکریہ" ـــــ میں نے اخلاقاً جواب دیا ـــــ

میں چلنے لگا تو انہوں نے بلند آواز سے پکار کر کہا ـــــ

"لیکن مسٹر طارق مہربانی فرما کر مجھ سے ملتے ضرور رہیئے۔ تاکہ میں

اپنی تحقیق کے حالات بھی آپ کو بتاتا رہوں"۔

"بہت اچھا"۔۔۔۔ "میں حاضر ہوتا رہوں گا"۔۔۔۔

یہ کہکر میں اور بلونت مسٹر کیلاش کے کمرے سے باہر نکل آئے

۔۔۔۔ بلونت نے باہر آکر کانٹین میں پر تکلف چائے پلائی ۔۔۔۔

اور پھر میں اس سے رخصت ہوکر واپس آگیا۔۔۔۔

معاہدہ

دوپہر کا کھانا کھا کر میں ڈاکٹر مہتہ کے ہاں گیا ـــــ اور اب تک جو واقعات گذرے تھے ان کا مختصر خلاصہ انہیں بتایا ـــــ میرے تمام استدلال سن کر اب وہ بھی مان گئے تھے کہ واقعی یہ عین ممکن ہے کہ شیمونا اور عرفان ابھی تک زندہ ہوں اور ان حادثوں کی تہہ میں انہیں کا سازشی دماغ کام کر رہا ہو

وہاں بیٹھے ہوئے ابھی مجھے گھنٹہ بھر ہوا تھا کہ مسٹر کیلاش کا فون آیا ـــ میں نے ریسیور ہاتھ میں لیا تو انہوں نے کہا ـــ

"مسٹر طارق میں نے آپکو ہوٹل پر فون کیا تھا ـــــ وہاں سے پتہ چلا کہ آپ اور آپ کے دوست دونوں نہیں ہیں ـــــ چنانچہ اس امید پر کہ شاید آپ ڈاکٹر مہتہ کے ہاں گئے ہوں میں نے یہاں فون کیا اور شکر ہے کہ آپ مل گئے"۔

"فرمائیے کوئی خاص بات ہے ـــــــ؟"

"جی ہاں ـــــــ آپ کا اندازہ واقعی سو فیصدی درست نکلا ـــــــ"

"کیا مطلب ـــــــ؟"

"مطلب یہ کہ وہ عورت فرزانہ واقعی غائب ہوگئی ـــــــ میرے آدمی اسے تلاش کرنے گئے لیکن اس کا پتہ نہیں چلا ـــــــ"

"بس تو فی الحال اس کا خیال چھوڑ دیئے" ـــــــ میں نے کہا ـــــــ

"جی نہیں ـــــــ میرے آدمی اسے سارے شہر میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں ـــــــ آپ فکر نہ کریں میں اسے ڈھونڈھنے کے لئے شہر کی ایک ایک اینٹ پلٹ کر دیکھ لوں گا ـــــــ"

"لیکن مسٹر کیلاش آپ بھول رہے ہیں ـــــــ شیمونہ ایک سوئی کی مانند ہے جسے شہر کے اتنے بڑے بھوس کے ڈھیر میں تلاش کرنا ناممکن ہے"

"معاف کیجئے ـــــــ میں آپ کے اس خیال سے متفق نہیں ہوں" ـــــــ مسٹر کیلاش نے کہا ـــــــ

"بس تو کوشش کر دیکھئے ـــــــ مجھے خوشی ہوگی اگر آپ اسے گرفتار کر لیں گے ـــــــ؟"

"بہت بہتر ـــــــ مجھے یقین ہے کہ جلد ہی آپ میری جانب سے یہ خوشخبری سنیں گے" ـــــــ یہ کہکر انہوں نے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا

یہ حالات معلوم ہونے کے بعد میرا خیال فوراً ہی سمبنہ کی طرف گیا۔

—— میں نے سوچا سمینہ سیٹھ رحمت بھائی کی پرائیویٹ سکریٹری تھی —— اُسے اس نامعلوم عورت فرزانہ کے بارے میں ضرور کچھ نہ کچھ معلوم ہوگا۔ اس لئے مجھے چل کر آج اُسے تمام حالات صحیح صحیح بیان کرنے پر مجبور کر دینا چاہیئے۔

دل میں یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں نے ڈاکٹر مہتہ سے رخصت کی اجازت چاہی —— لیکن انہوں نے چائے منگالی تھی۔ اس لئے نصف گھنٹہ اور بیٹھنا پڑا ——

چائے سے فارغ ہو کر میں نے ٹیکسی لی اور سیدھا سمینہ کے ہاں پہنچا —— دروازہ کی گھنٹی بجائی تو اسی ملازمہ نے آکر دروازہ کھولا۔

"میں مس سمینہ سے ملنا چاہتا ہوں" —— میں نے اسے دیکھتے ہی کہا —— !

"وہ تو اندر نہیں ہیں" —— ملازمہ نے ادب آمیز لہجہ میں جواب دیا ——

"کہاں گیئں —— ؟

"کچھ پتہ نہیں"

"کب سے گئی ہوئی ہیں" ——

"ابھی کوئی گھنٹہ بھر ہوا ہے" ——

"اچھا" —— میں نے مایوسی سے کہا —— "وہ آئیں تو ان سے کہہ دینا کہ اسلم آیا تھا۔ میں اب شام کو ان سے ملنے آؤں گا" ——

یہ کہکر میں واپس اپنے کمرے پر آگیا ـــــ محمود کمرے پر نہیں تھا ـــــ میں کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے بستر پر لیٹ گیا ـــــ ذرا سی دیر کے بعد ہی فون کی گھنٹی بجی ـــــ میں نے ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو" ـــــ

جواب میں وہی رات والی مترنم آواز سنائی دی ـــــ

"مسٹر اسلم آداب عرض ہے ـــــ میں ایک گھنٹہ میں تین بار فون کر چکی ہوں لیکن آپ کا پتہ ہی نہیں تھا ـــــ خدا کا شکر ہے کہ اس بار آپ مل گئے" ـــــ

"فرمائیے" ـــــ میں نے لہجے میں طنز پیدا کرتے ہوئے کہا ـــــ

"کیا میری زندگی کے دن ختم ہونے والے ہیں جو آپ بار بار مجھ پر عنایت کر رہی ہیں" ـــــ

جواب میں ایک چھنکتا ہوا رسیلا قہقہہ سنائی دیا ـــــ پھر وہ بولی ـــــ

"کیوں ـــــ ؟ کیا موت سے ڈر گئے" ـــــ ؟

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں نہ موت سے ڈرتا ہوں اور نہ تم سے" ـــــ ؟

ایک لمحہ کی خاموشی کے بعد اس نے بات کا موضوع بدلتے ہوئے کہا ـــــ

"کہیئے خفیہ پولیس کے چیف انسپکٹر مسٹر کیلاش سے آجکل گہرا دوستانہ ہے" ـــــ

میری آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں ـــــ اس کی معلومات کا ذریعہ خفیہ پولیس کے محکمہ سے بھی زیادہ مستعد تھا ـــــ

"تمہیں کیسے معلوم ہوا" ــــ؟ میں نے سوال کیا ــــ

"فرزانہ نے مجھے بتایا کہ پولیس اس کی تلاش میں ہے ــــ؟ آج صبح تمہیں خفیہ پولیس کے دفتر سے نکلتے ہوئے دیکھا گیا تھا ــــ اس لیۓ میں نے سمجھ لیا کہ مسٹر کیلاش کے ساتھ ہی آپکا عظیم الشان دماغ بھی سراغرسانی میں مصروف ہے" ــــ؟

میں ایک لمحہ کے لیۓ خاموش ہو گیا ــــ پھر میں نے یکایک اسے پکارا۔

"فرزانہ" ــــ؟

فوراً ہی جواب ملا ــــ

"جی" ــــ لیکن شاید اسی وقت اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس نے فوراً بات بناتے ہوئے کہا ــــ

"آپ کو پھر غلط فہمی ہو رہی ہے۔ میں فرزانہ نہیں۔" ۔۔۔؟

"شیمونہ ہوں" ــــ میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے جواب دیا جواب میں پھر ایک اچھلتا ہوا قہقہہ رسیور پر دوڑتا ہوا میرے کانوں سے ٹکرایا ــــ

"یہ شیمونہ کون صاحبہ ہیں" ــــ؟ اس نے سوال کیا۔

"گھر جا کر آئینہ دیکھ لیجیۓ۔ پتہ چل جائے گا"۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد آواز آئی ــــ

"سنیئے ــــ کیا آپ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں" ــــ

"اپنی موت سے" ؟ میں نے سوال کیا ——

"جی ہاں —— میں آپ سے ایک دوستانہ معاہدہ کرنا چاہتی ہوں۔ بشرطیکہ آپ پسند کریں" ——

"مجھے کوئی اعتراض نہیں —— بتائیے کہاں آؤں" —— ؟

"بتاتی ہوں —— لیکن ایک شرط ہوگی" —— ؟

"وہ کیا" —— ؟

"آپ اپنے ساتھ کسی کو نہیں لائیں گے —— نہ ہی پولیس کی مدد لیں گے" —— ؟

"مجھے منظور ہے" —— ؟

"بس تو ابھی گھنٹہ بھر بعد میں آپ کو چرچ گیٹ پر اور نیٹل روڈ کے سی فیس (Sea Face) والے موڑ پر ملوں گی" ——

"بہت بہتر —— میں ایک گھنٹے کے اندر اندر وہاں پہنچ جاؤں گا" —— میں نے جواب دیا ——

"لیکن اگر آپ نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو" —— ؟

"اطمینان فرمائیے میں جب کوئی معاہدہ کرتا ہوں تو اسے ضرور نبھاتا ہوں" ——

"بہت اچھا" —— شکریہ"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا ——

میں تو چاہتا ہی یہ تھا۔ کہ کسی طرح اس پراسرار عورت سے ملنے کا موقعہ

ملے تاکہ پتہ چل سکے کہ وہ واقعی شیمو نہ ہے یا اور کوئی ذات شریف۔؟

چنانچہ اس نئی صورتِ حال پر دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے میں نے جانیکی تیاریاں شروع کر دیں ——— لباس تبدیل کرتے ہوئے میں نے سوچا کہ پستول جیب میں ڈال لوں ——— لیکن پھر خیال آیا کہ میں ایک ایسی چالاک عورت سے ملنے جا رہا ہوں جس کی کسی سازش کا جواب پستول کی بجائے عقل سے دینے میں فائدہ رہے گا ——— یہ سوچ کر میں نے پستول پھر واپس رکھ دیا ———

پھر میں نے سوچا کہ کیوں نہ یہ تمام باتیں فون پر مسٹر کیلاش کو بتا دوں ——— لیکن یہ تجویز کچھ مناسب نہ معلوم ہوئی ——— مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ خطرناک عورت رات کی طرح یہ معلوم نہ کر لے کہ میں نے کیلاش سے فون پر سب کچھ کہہ دیا ہے ———

غرض یہ کہ آدھا گھنٹہ میں نے اسی قسم کے مختلف خیالات میں گذار دیا پھر ہوٹل سے باہر نکل کر ایک ٹیکسی لی اور چرنج گیٹ کو روانہ ہو گیا۔

پراسرار مریض

[redacted]

کوئی تین بجے اس نامعلوم عورت نے مجھے فون کیا تھا ـــــ اس کے معنی یہ تھے کہ ٹھیک چار بجے مجھے بتائی ہوئی جگہ پہ ہونا چاہیے تھا ـــــ لیکن میں چار بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔ جب وہاں پہنچ گیا ـــــ سڑک بالکل سنسان سی پڑی تھی۔ کبھی کبھی کوئی موٹر گذر جاتی تھی۔ اور ٹیل روڈ کے موڑ کے برابر میں ہی ایک تنگ سی اسٹریٹ تھی۔ جو کوئی ایک فرلانگ آگے جاکر بند ہوگئی تھی۔ اسٹریٹ کے دونوں جانب رہائشی کوٹھیاں تھیں۔

کھڑے کھڑے مجھے آدھا گھنٹہ گذر گیا ـــــ لیکن وہ عورت نہ آئی ـــــ میں بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔ کئی بار دل میں خیال آیا کہیں اس نے بیوقوف تو نہیں بنایا ـــــ لیکن پھر سوچا شاید کوئی مجبوری پیش آگئی ہوگی ـــــ

برابر والی اسٹریٹ بالکل خالی پڑی تھی ۔ کوئی چار بجکر بیس منٹ ہوئے ہوں گے میں اس اسٹریٹ کے کنارے کھڑا ہوا یونہی بے مدعا سامنے کی جانب دیکھ رہا تھا کہ موڑ سے کوئی تیسرے نمبر کی کوٹھی سے ایک عیسائی لڑکی گھبرائی ہوئی نکلی —— پہلے اس نے اِدھر اُدھر چاروں طرف دیکھا پھر مجھے دیکھ کر وہ دوڑی ہوئی میرے پاس آئی ، اور آتے ہی کہنے لگی ۔

"اوہ ! مسٹر خدا کے لئے میری مدد کیجئے —— جلدی کیجئے —— وہ مر رہے ہیں اوہ مائی گاڈ —— میں تباہ ہو جاؤں گی ۔" ؟

میں نے حیرت سے اُس لڑکی کی جانب دیکھا —— وہ سانولے رنگ اور دلچسپ خدوخال کی لڑکی تھی —— اور اُس وقت ہلکے گلابی رنگ کا سایہ پہنے ہوئے تھی میں نے اُسے گھبرایا ہوا دیکھ کر تسلی آمیز لہجہ میں کہا ۔

گھبراؤ مت ، تسلی سے یہ بتاؤ وہ کون ہے" ؟

"میرے ڈیڈی"

" اچھا ۔ تمہارے ڈیڈی ہیں ، کیا ہوا اُن کو ——" ؟

" مجھے پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے —— وہ کئی دن سے بیمار تھے ۔ اب یکایک خدا جانے کیا ہو گیا ہے ۔"

" آپ دل کو ڈھارس دیں " میں نے لڑکی کو تسلی دی ۔ میں ابھی اُنھیں دیکھ لیتا ہوں ، گو میرے پاس دواؤں کا بکس نہیں ہے میں ایک سندیافتہ ڈاکٹر ہوں "

" اوہ ! ویری ویری تھینک یو " لڑکی نے کسی قدر سنبھلتے ہوئے لہجہ میں کہا ۔

میں اس کے ساتھ ہی کمرے میں داخل ہوا اور سیدھا بستر کی جانب چلا گیا

جھجک کر میں نے مریض کی کلائی پر ہاتھ رکھا تو نبض غائب تھی۔ میں نے گھبرا کر سینے پر ہاتھ رکھا تو دل کی حرکت بھی خاموش تھی، وہ کبھی کا مرچکا تھا۔ میرے دل کو سخت افسوس ہوا اور آہستہ آہستہ اُٹھ کر میں لڑکی کو بتانا ہی چاہتا تھا کہ تمہارا باپ مرچکا ہے۔ یکایک پشت کی جانب نظر پڑتے ہی میری آنکھیں حیرت اور خوف سے کھلی رہ گئیں۔ میں نے دیکھا کہ لڑکی آہستہ آہستہ دروازہ تک پہنچ گئی تھی، اور قبل اس کے کہ میں اُس کی حرکت کا صحیح مفہوم سمجھ سکتا اُس نے ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ دروازہ بند کر دیا۔

دوسرے ہی لمحے میں جیسے خواب سے چونک پڑا۔ میں دوڑ کر گیا اور دروازے کو زور سے دھکا دیا، لیکن اتنے میں وہ تالا لگا چکی تھی۔

"دروازہ کھولو!" میں نے غصّہ میں چلا کر کہا، لیکن جواب میں ایک قہقہہ سُنائی دیا۔ اُس نے کہا۔ "مسٹر طارق! اطمینان سے تشریف رکھئے، جن سے ملاقات کا آپ کو اشتیاق تھا وہ ابھی آپ سے آکر ملیں گی!"

یہ کہہ کر وہ ہنستی ہوئی چلی گئی، اور میں اس کمرے میں مقید ہو کر رہ گیا۔

اب پہلی بار مجھے خیال آیا کہ یہ سب ایک سازش کا نتیجہ تھا، یکایک مجھے اس لڑکی کے نام نہاد ڈیڈی کا خیال آیا، میں دوڑ کر لاش کے پاس گیا اور اس کا اچھی طرح معائنہ کیا تو اس وقت مجھے پتہ چلا کہ اس شخص کی موت کو ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے ہیں، کیونکہ لاش کافی سخت ہو چکی تھی۔

میں یہ سوچ کر کانپ اُٹھا کہ کہیں یہ لوگ مجھے قتل کے الزام میں گرفتار تو کرانا نہیں چاہتے، لیکن پھر یہ سوچ کر تسلی ہو گئی کہ اگر واقعی ان مکاروں کا یہی ارادہ ہے

تو مجھ پر یہ الزام نہیں آسکتا۔ کیونکہ ڈاکٹری معائنہ سے یہ صاف پتہ چل جائے گا کہ اس شخص کو مرے ہوئے کافی لمبا عرصہ گزر چکا ہے۔ جبکہ ڈیڑھ گھنٹہ پیشتر میں ڈاکٹر مہتہ کے پاس تھا اور خود خفیہ پولیس کے انسپکٹر مسٹر کیلاش نے مجھے فون کیا تھا۔

میں نے جیب سے ایک سگریٹ نکال کر سلگائی اور گزرے ہوئے تمام حالات پر غور کرنے لگا اب اس سازش کی ایک ایک بات میری سمجھ میں آرہی تھی درحصل اس نامعلوم عورت نے مجھے پھانسنے کے لئے ملنے کی دعوت دی۔ میں چونکہ اس کا راز معلوم کرنا چاہتا تھا اس لئے مقررہ جگہ پر پہنچ گیا، اب اُن کے لئے دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ مجھے کوٹھی میں کس طرح بلایا جائے۔ چنانچہ یہ لڑکی اپنے باپ کی فرضی بیماری کا یا اپنے ہرتی کا بہانہ کرکے میرے پاس اس طرح دوڑی ہوئی آگئی جیسے وہ مجھ سے واقفیت بھی نہیں رکھتی تھی لیکن حقیقت میں اُسے پتہ تھا کہ میں ڈاکٹر ہوں اور وہ سمجھتی تھی کہ کسی مریض کی خطرناک حالت کا ذکر سن کر نفسیاتی طور پر میں کچھ سوچے سمجھے بغیر فوراً اس کی مدد کے لئے آجاؤں گا۔ چنانچہ وہی ہوا ـــــ ایک مریض کی زندگی کا معاملہ دیکھ کر میں بغیر سوچے سمجھے کوٹھی میں چلا آیا ـــ اور یہاں آکر قید ہو گیا۔

اسی طرح فکرات میں اُلجھا ہوا میں کمرے میں ٹہلتا رہا، باہر کوٹھی میں بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی، صرف کبھی کبھی دور کسی جگہ قدموں کی چاپ سنائی دیتی، یا کبھی کبھی دبی آواز سے گفتگو کرنے کی آوازیں آتیں۔ اس دوران میں کئی بار میں نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ کمرے میں دو کھڑکیاں بھی تھیں وہ بھی باہر کی جانب سے سختی سے بند تھیں۔ میں حیران تھا کہ آخر وہ کیا کرنا چاہتے ہیں

مجھے قید کرنے سے اُن کا کیا مقصد ہے ؟

صحیح طور پر یاد نہیں کہ اس طرح بے چینی میں کتنا وقت گزر گیا۔ غالباً ڈیڑھ گھنٹہ ہوا ہوگا کہ کمرے کے دروازے کے باہر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ میں چونک کر آنے والے خطرے کے لئے تیار ہو گیا۔ قدموں کی چاپ سے معلوم ہوتا تھا کہ آنے والے دو شخص ہیں۔

وہ آوازیں دروازے کے قریب آکر رُک گئیں۔ لیکن دروازہ پھر بھی نہ کھلا۔ میری نگاہ دروازے پر جمی ہوئی تھی اور میں سوچ رہا تھا ابھی دروازہ کھلے گا اور کوئی آدمی ہاتھ میں پستول لئے داخل ہوگا۔

لیکن بجائے دروازہ کھلنے کے چابی والے سوراخ میں سے بھاپ کی قسم سے ایک چیز اندر داخل ہوتی ہوئی محسوس ہوئی، اور ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی دوسری جانب کسی پتلی سی نلی سے ہوا کے ذریعہ وہ بھاپ کمرے کے اندر بھر رہا ہے۔ دوسرے ہی لمحے مجھے کلوروفارم کی بو دماغ میں چڑھتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ وہ لوگ مجھے بے ہوش کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھا تاکہ تازہ ہوا حاصل کرسکوں لیکن کوئی ذریعہ نظر نہ آیا۔ میں بے چینی سے اِدھر اُدھر دوڑنے لگا، دہشت کی کھتر کھتری میرے سارے جسم میں دوڑ گئی۔ مجھے خوف ہوا کہ کلوروفارم کے ساتھ ہی بھاپ میں کسی قسم کا زہر بھی شامل ہو اور یہ لوگ اس طرح مجھے مار ڈالنا چاہتے ہوں، یا اگر مجھے اس طرح ہلاک کرنے کا ان کا ارادہ نہ بھی ہو تو ہو سکتا ہے غلطی سے وہ کلوروفارم زیادہ مقدار میں کمرے میں بھر دیں اور میں گھٹ کر مر جاؤں۔

آخری جدوجہد کے طور میں نے دو قدم پیچھے ہٹ کر پوری طاقت کے ساتھ دروازے سے ٹکر لگائی، دروازے میں ہلکی سی جنبش بھی پیدا نہ ہوئی، اور میں

توازن قایم نہ رکھنے کی وجہ سے نیچے جا پڑا۔ نیچے گرتے ہوئے ایک بار سوراخ کی راہ سے داخل ہوتی ہوئی بھاپ پوری طرح میری ناک کے راستے دماغ میں گھس گئی۔ اور مجھے چاروں طرف کمرے میں شرارے سے ناچتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔ اعضا شل ہو گئے گرنے کے بعد میں نے جلدی سے اٹھنے کی کوشش کی، لیکن اٹھتے اٹھتے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اور میں بے ہوش ہو کر پھر نیچے گر پڑا۔ اس کے بعد مجھے بالکل علم نہیں کہ کیا ہوا؟

love you will learn a late.
Don't love you won't forgeat.

پُرانے دوست

دوبارہ ہوش آیا تو مجھے زندگی کی ایک بالکل نئی کیفیت سے روشناس ہونا پڑا۔ سب سے پہلے گہری تاریکی چاروں طرف چھائی ہوئی تھی، پھر اس گھور اندھیرے میں ایک ستارہ سا چمکا اور وہ ستارہ پھیلتے پھیلتے روشنی کا ایک وسیع و عریض قطع بن گیا، پھر جب دماغ ذرا سوچنے سمجھنے کے قابل ہوا تو پتہ چلا کہ وہ روشنی کا وسیع اور عریض قطع اصل میں سامنے کی وسیع دیوار تھی۔

لیکن اُف! میرے خدا یہ کیا؟ میں نے آنکھ کھلنے کے بعد گردن گھمانی چاہی تو اعضاء نے حرکت کرنے سے انکار کر دیا، میں نے ہاتھ اُٹھانا چاہا لیکن ہاتھ بھی نہ اُٹھ سکا میرے تمام اعضاء مفلوج ہو چکے تھے، صرف نگاہیں اور دماغ کام کر رہا تھا، دہشت کے مارے میرا دم گھٹنے لگا اور موت مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے رقص کرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میرے حلق میں پیاس کے مارے کانٹے سے کھبنے ہوئے تھے۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اب میری موت لازمی ہے یقیناً اُن ظالموں نے کوئی خاص قسم کا زہر مجھ پر استعمال کیا ہے۔ سینکڑوں پریشان کن خیالات میرے ذہن میں چکرانے لگے۔ گزرے ہوئے حسین لمحوں کی یاد میری مایوسی میں اضافہ کرنے لگیں اور بے ساختہ میری آنکھوں سے

آنسو بہہ نکلے۔

نہ جانے کتنی دیر اس طرح گزر گئی پھر دروازہ پر آہٹ محسوس ہوئی اور کوئی شخص اندر داخل ہوا۔ میں چونکہ گردن گھما کر نہ دیکھ سکتا تھا، اس لئے آنے والے شخص کی صورت میں اس وقت تک نہ دیکھ سکتا تھا جب تک وہ میرے بالکل قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

آنے والے نے آہستہ سے میرا سر پکڑ کر اپنی جانب گھما دیا اور اس وقت میری نظر پہلی بار اُس شخص کے چہرے پر پڑی، اور ایک بار پھر سے میرے سارے جسم میں دہشت کی پھریریاں دوڑ گئیں۔

وہ شیمونہ تھی ـــــ سچ مچ کی شیمونہ ـــــ زندہ وسلامت شیمونہ۔ جسے دو برس سے ہم مُردہ سمجھ چکے تھے۔ وہی شیمونہ اب میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی نظر ملتے ہی اُس نے مسکرا کر کہا۔

"ہیلو ـــــ ڈاکٹر اسلم!ـــ"

"تو یہ تم ہی تھیں شیمونہ" ـــــ میں نے بہ مشکل ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہُوئے کہا۔ گویا میرا اندازہ درست تھا کہ تم لوگ مرے نہیں تھے"؟

"ہم کبھی نہیں مر سکتے"، شیمونہ نے چہکتے ہُوئے لہجہ میں کہا۔ پھر یکایک اس کو میرے خشک ہونٹوں کا خیال آیا تو وہ باہر سے ایک گلاس پانی لائی، اور تھوڑا تھوڑا میرے منہ میں ٹپکاتے ہُوئے بولی ـــ

"میں معافی چاہتی ہوں مسٹر اسلم کہ آپ کو مہمان کی حیثیت سے بُلانے کے باوجود آپ کے ساتھ ہمیں ایسا سلوک کرنا پڑا۔ لیکن اس میں ہمارا قصور نہیں

تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ تم جیسے چالاک دشمن کو اگر ہم آزاد رہنے دیتے تو تم یقیناً مشکلات کھڑی کر دیتے۔"

حلق میں چند گھونٹ پانی جانے کے بعد ذرا دل کو کچھ سکون ہوا، لیکن میرے اعضاء اسی طرح مفلوج رہے۔ میرے چہرے پر ہاتھ پیر ہلانے کی جدوجہد کے آثار دیکھ کر اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہر کوشش فضول ہوگی مسٹر اسلم —— یہ زہر خاص طور سے عرفان نے ایجاد کیا ہے۔ جس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ آدمی کو ہلاک نہیں کرتا —— صرف اس کے اعضاء مفلوج کر دیتا ہے۔ دماغ کے علاوہ پورا نظامِ زندگی عارضی طور پر معطل ہو جاتا ہے۔"

"ڈاکٹر عرفان کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ بھی ابھی آپ سے ملیں گے، فکر مت کرو"۔ شیونہ نے جواب دیا اور پھر ایک قہقہہ لگا کر بولی۔ "وہ اپنے دشمن سے آخری ملاقات ضرور کریں گے۔ ہم اتنے احسان فراموش نہیں ہیں۔"

میرے چہرے پر سخت نفرت کے آثار پیدا ہو گئے، چند لمحوں تک کمرے میں خاموشی رہی، پھر شیونہ بولی۔

"اس میں شک نہیں اسلم کہ تم جیسا ذہین آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ اگر مجھے عرفان سے محبت نہ ہوتی تو میں یقیناً تم سے عشق کرنا پسند کرتی۔"

"تاکہ بعد میں مجھے بھی موت کے گھاٹ اتار سکو!" میں نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔

جواب میں شیونہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔

عین اسی وقت باہر پھر قدموں کی چاپ سنائی دی، اور ایک مردانہ آواز آئی

"شمونہ"

میں نے آواز پہچان لی۔ وہ عرفان تھا۔

"اِدھر آجاؤ عرفان"! شمونہ نے جواب دیا "ڈاکٹر اسلم تم سے ملنے کو بیتاب ہیں"

دوسرے لمحہ سیاہ سوٹ میں ملبوس عرفان کمرے میں داخل ہوا۔ عرفان کے چہرے کی جھریوں میں اب کافی اضافہ ہو گیا تھا، سر کے بال کھچڑی ہو گئے تھے، مجھے دیکھ کر اُس کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ کھیل گئی آگے بڑھ کر اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مائی ڈیر فرینڈ"

پھر میری مفلوج حالت پر گویا تاسف کرتے ہوئے اپنا ہاتھ واپس کھینچ کر بولا۔

"اوہ معاف کیجئے میں بالکل بھول گیا کہ آپ اس وقت ہاتھ بھی نہیں ہلا سکتے"

کہئے "آپ کوئی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کس قسم کا زہر ہو گا"؟

"تم نہایت خطرناک موجد ہو عرفان"! میں نے غصہ کے لہجے میں کہا۔

"عزت افزائی کے لئے شکریہ" عرفان نے ایکٹروں کی طرح سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے جواب دیا۔

پھر بولا۔ "تمہیں یہ دیکھ کر ضرور تعجب ہوا ہو گا کہ ہم لوگ ابھی تک زندہ ہیں۔

"مجھے پہلے سے ہی اندازہ تھا کہ تمہاری شیطانی روحیں مرنے والی نہیں ہیں"! میں نے

جواب دیا۔

"بالکل درست ـــــ بالکل ٹھیک سمجھا ہے آپ نے۔ لیکن کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہم کس طرح زندہ رہے"

"بڑی آسانی سے!" میں نے کہا۔" اس خوفناک غار کے پاس پہنچ کر تم دونوں موٹر سے اُتر گئے۔ کار کی رفتار تیز کر کے اس کا رُخ غار کی جانب کر دیا، اور خود کسی چٹان کے پیچھے چھُپ گئے۔"

"بالکل درست ہے" عرفان نے مسکراتے ہوئے کہا۔" واقعی مسٹر اسلم تمہارے دماغ کا قائل ہونا پڑتا ہے میرے بعد ہندوستان کے تم دوسرے ذہین شخص ہو جس کا دماغ اگر چاہے تو سارے ملک میں قیامت مچا دے، لیکن افسوس یہ ہے کہ اب یہ دماغ بہت جلد خاک میں مل جائے گا۔"

میرا دل خوف کے مارے اس زور سے دھڑکا کہ معلوم ہوا جیسے حلق میں آ اٹکا ہے، موت کے تصور سے آنکھوں کے سامنے تتلیاں سی ناچنے لگیں۔ عرفان کی آواز نے مجھے پھر چونکا دیا۔

سیٹھ رحمت بھائی کی موت کے بارے میں تم جس قدر صحیح نتیجہ پر پہنچے ہو وہ لائق تحسین ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے علاوہ کوئی ڈاکٹر اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا تھا۔"

"میں تمہارے سازشی دماغ سے واقف ہوں۔ اس لئے میں زہر کی نوعیت کو اس قدر جلد شناخت کر سکا۔"

عرفان کی آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں۔

"تو کیا تم پہلے سے جانتے تھے کہ میرا اس جمن دولت مند کی ہلاکت میں ہاتھ ہے"

"ہاں مجھے یقین تھا کہ اس قسم کا حیرت انگیز زہر تمہارے علاوہ اور کوئی ایجاد نہیں کر سکتا۔"

"ہاں عرفان"۔ یکایک شیمونہ نے کہا "مسٹر اسلم کو نہ جانے بمبئی میں ہماری موجودگی کا کیسے علم ہو گیا تھا۔ کل رات بھی انہوں نے میری آواز سنتے ہی شیمونہ ہونے کا شبہ ظاہر کیا تھا۔ لیکن اس وقت انھیں یقین نہیں تھا۔"

"نہیں مجھے پورا یقین تھا" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں صرف یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ تم اس بات سے واقف ہو جاؤ کہ میں تمہارے بارے میں محتاط ہو چکا ہوں۔"

"بہر حال" — عرفان نے شانوں کو حرکت دیتے ہوئے کہا — "اب وہ تمام احتیاطیں تمہارے ساتھ ہی قبر میں دفن ہو جائیں گی۔"

شیمونہ نے جیب سے سگریٹ نکال کر سلگائی ایک مجھے پیش کی، لیکن میں نے انکار کر دیا۔ سگریٹ سلگا کر وہ میرے مقابل کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور دھوئیں کے مرغولے چھوڑتے ہوئے لاپروائی سے اس طرح بولی جیسے وہ کھانے پینے کے بارے میں پوچھ رہی ہو۔

"مسٹر اسلم" اس نے کہا "کیا تم جانتے ہو کہ اس بار ہم نے تم سے اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے کے لئے کیا تجویز سوچی ہے۔"

"زیادہ سے زیادہ یہ کہ مجھے گولی مار دوگی، یا زہر دے کر ہلاک کر دو گی" میں نے منہ بنا کر کہا۔

"بالکل نہیں" عرفان نے جلدی سے پلٹ کر کہا۔ "تمہارے لئے اتنی آسان موت تجویز کرنا ہمارے جذبۂ انتقام کی توہین ہے۔"

"پھر کیا مجھے اس آدمی کے قتل کے جرم میں گرفتار کراؤ گے جس کی لاش کمرے میں پڑی ہے۔"

عرفان نے اور شیونہ نے مل کر ایک خوفناک قہقہہ لگایا، پھر عرفان بولا۔

"نہیں میرے دوست اس قسم کے معمولی جرم کرنا یا معمولی انتقام لینا میری توہین ہے۔ میں تو اس بار تم سے وہ انتقام لینے والا ہوں جس کا حال سن کر بڑے بڑے بہادروں کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔"

اور سچ مچ یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں حیران تھا کہ آخر وہ کس قسم کا انتقام مجھ سے لینا چاہتے ہیں۔ مجھے ذہنی الجھن میں گرفتار دیکھ کر شیونہ نے بڑے انداز سے کہا۔

"کیا تم اپنی موت کا طریقہ معلوم کرنا چاہتے ہو جو ہم نے تمہارے لئے تجویز کیا ہے۔"

میں نے نفرت سے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر مجھے مرنا ہی ہے تو پھر میرے لئے طریقوں کے اختلاف سے کیا فرق پڑ سکتا ہے۔"

"صرف تھوڑا سا۔" شیونہ نے ہنس کر کہا۔ "پستول کی گولی یا زہر منٹوں میں تمہیں موت کی شدید تکالیف سے نجات دلا سکتے ہیں، لیکن دوسرے طریقوں سے ۔۔۔۔؟"

"چھوڑو شیونہ" یکایک عرفان نے شیونہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "کیوں بیچارے کی آدھی جان ابھی سے نکال رہی ہو۔ اس تجویز کا ابھی ذکر نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ مسٹر اسلم انتقام لینے سے پہلے ہی دہشت کے باعث ہمیں داغِ مفارقت دے جائیں۔ آؤ چلو باہر چلتے ہیں ابھی ہمیں کئی دوسری تیاریاں کرنی ہیں۔"

شیونہ نے مسکرا کر میرے چہرے پر نظر ڈالی اور دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر کمرے سے باہر نکل گئے۔ اور میں حیرت و پریشان سوچتا رہ گیا کہ آخر وہ مجھے کس طرح ہلاک کرنا چاہتے ہیں

یہ طے شدہ امر تھا کہ فی الحال وہ میری جانب سے خائف بالکل نہیں تھے انھوں نے میرے ہاتھ پیر باندھنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی تھی کیونکہ عارضی طور سے وہ میری تمام قوت سلب کر چکے تھے۔

کوئی گھنٹہ بھر اور گزر گیا۔ اس دوران میں مجھے علم نہیں کہ وہ کیا کرتے رہے۔ آخر جب چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تو کمرہ کا دروازہ کھلا اور دو اجنبی اشخاص ایک سیاہ تابوت اُٹھائے کمرے میں داخل ہُوئے۔

وہ دونوں آدمی شکل وصورت سے غنڈے معلوم ہوتے تھے اُن کی سُرخ سُرخ آنکھوں سے بربریت جھلک رہی تھی، ان دونوں کے پیچھے وہی کرسچین لڑکی داخل ہوئی جو دھوکے سے مجھے اس کوٹھی میں لائی تھی۔

مرد تابوت رکھ کر چلے گئے تو وہ مسکراتی ہوئی میرے قریب آئی اور بولی۔

"کہیے ڈاکٹر صاحب ـــــ کیسا حال ہے"؟

تابوت کو دیکھ کر میرا دل دھڑکنے لگا تھا اور موت میری آنکھوں میں گھومنے لگی تھی اس لڑکی کو دیکھ کر میرے دل میں ایک نیا خیال آیا، میں نے لہجہ میں ذرا بے کسی کا انداز پیدا کرتے ہُوئے کہا ـــــ

"کیا تم بھی اس بدمعاش عرفان سے ملی ہُوئی ہو"؟

"میں ان کی پرائیویٹ سکریٹری ہوں" اُس نے جواب دیا

"کیا تم بھی اس کی طرح سخت دل اور ظالم ہو"!

"نہیں تو" اُس نے شوخی سے کہا۔ "میں سخت دل تو نہیں ہوں ـــــ دیکھئے نا کیسے ہنس ہنس کر تو آپ سے باتیں کر رہی ہوں"!

"اور مجھے دفن کرنے کے لیے اخلاقاً تابوت بھی لائی ہو" میں نے طنزیہ کہا۔

"کیوں ٹھیک ہے نا"؟

"یہ تو ڈاکٹر عرفان نے بھیجا ہے"؟ اس نے ہنس کر کہا۔

"میرے لیئے"؟

"پتہ نہیں" اُس نے شانوں کو حرکت دے کر کہا۔ "میرے انکل کا انتقال ہو گیا ہے تابوت تو شاید اُن کے لیے ہے"

"کیا وہ تمہارے انکل تھے جن کے دکھانے کے لیے تم مجھے لائی تھیں"؟

"بالکل سو فی صدی میرے انکل تھے، کیوں کیا تمہیں شک ہے"؟

"ہاں شک ہے" میں نے جواب دیا—— "وہ شخص اس وقت سے سات آٹھ گھنٹے پیشتر مر چکا تھا جب تم مجھے دھوکے سے لائی ہو—— اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ مرا نہیں تھا بلکہ تم نے یا عرفان نے اُسے قتل کیا تھا"۔

"ڈاکٹر اسلم"۔ لڑکی نے منہ بنا کر کہا" آپ کو کم از کم ایسی بے تکی باتیں کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ انکل کی موت کا ڈاکٹری سرٹیفکٹ موجود ہے وہ ایک ماہ سے بیمار تھے، آج صبح یکایک دل کی حرکت بند ہو جانے سے اُن کا انتقال ہو گیا"

"ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہی ہو"—— میں نے کہا" لیکن اگر وہ تمہارے انکل تھے اور اگر وہ قدرتی موت مرے ہیں تو تمہیں رنج و ملال کیوں نہیں"؟

"یہ بات ڈاکٹر عرفان سے پوچھئے جس طرح انھوں نے کہا میں نے کر دیا" یہ کہہ کر واپس جانے کے لیئے دروازے کی جانب مڑتے ہوئے بولی۔

"اچھا ڈاکٹر اسلم، اب میں چلتی ہوں تاکہ آپ اپنی زندگی کے یہ آخری لمحات

پُرسکون طریقہ سے گزار سکیں۔

"سنئے"۔ یکایک میں نے اُسے جاتے دیکھ کر پکارا۔ وہ پلٹ پڑی "فرمائیے"

"کیا واقعی تمہارے سینے میں ایک پتھر کا دل ہے کیا تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتیں"

"میں آپ سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی ہوں، یہ کیا کچھ کم ہے" اس نے شوخی سے کہا۔

"اچھا تو جاؤ۔ پھر میں غل مچا کر لوگوں کو اکٹھا کرتا ہوں"

میں جانتا تھا کہ یقیناً یہاں غل مچانا بے کار ہوگا۔ پھر بھی میں نے اندھیرے میں ایک تیر چلا دیا۔

لڑکی نے منہ بنا کر جواب دیا "کوشش کر دیکھئے، اچھا ہے پھیپھڑوں کی ورزش ہو جائے گی، لیکن اپنی رحم دلی کے ثبوت میں میں یہ مشورہ ضرور دوں گی کہ آپ جتنا چاہیں چیخیں آپ کی آواز اس کوٹھی سے باہر نہیں جا سکتی۔ البتہ یہ ضرور ہوگا کہ آپ کا غل سُن کر وہ دونوں آدمی جو ابھی تابوت اُٹھا کر لائے تھے یا تو آپ کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیں گے یا ایک انجکشن اور لگا کر آپ کو بے ہوش کر دیں گے"

جواب میں میں صرف منہ بنا کر رہ گیا اور وہ شوخی سے ہنستی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔

دو گھنٹے اور گزر گئے ــــــ دو طویل اور ہیبت ناک گھنٹے ــــــ جن کا ایک ایک منٹ میرے لئے ایک ایک سال سے کم نہیں تھا ــــــ میں اس دوران میں خود کو کوستا رہا کہ کیوں میں ایک عورت کو خطرناک اور دھوکہ باز سمجھتے ہوئے بھی اس سے ملنے یہاں چلا آیا۔ کم از کم محمود یا ڈاکٹر مہتہ سے ذکر کر دیتا تو وہ

یکایک میرے غائب ہو جانے پر کچھ نہ کچھ کوشش تو ضرور کرلیتے۔ اب کسی امداد کی کیا توقع ہو سکتی تھی ——— ان بیچاروں کو کیا علم ہو گا کہ میں کہاں ہوں اور کس حالت میں ہوں۔

میرے جسم کی حالت اب بھی ویسی ہی تھی میں ایک عضو تک نہیں ہلا سکتا تھا سارا جسم پتھر کی طرح بے جان تھا۔ مجھے ڈر تھا، شاید دورانِ خون بھی رک گیا ہو گا۔ لیکن پھر بھی میں نے سوچا کہ جب مرنا ہی ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ دورانِ خون چند گھنٹے پیشتر رکتا ہے یا چند گھنٹے بعد ——— اب میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ جو کچھ ہونا ہے جلد ہو جائے ——— یہ کس مپرسی اور اضطراب کا عالم ناقابلِ برداشت تھا ——— خاموشی سانپ بن کر میرے صبر و تحمل میں زہر گھول رہی تھی۔ آخر خدا خدا کر کے انتظار کا وقت ختم ہوا، اور ایک بار پھر ڈاکٹر عرفان، شیمونہ اور وہی دونوں آدمی جو تابوت اٹھا کر لائے تھے۔ کمرے میں داخل ہوئے ———

"ہیلو ڈاکٹر اسلم" ——— عرفان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔ "امید ہے ہماری عارضی جدائی آپ کو شاق نہ گزری ہوگی۔ بہرحال فکر نہ کریں اب ہم نہایت اعلیٰ پیمانہ پر آپ کے آخری سفر کی تیاریاں شروع کر دیں گے۔ غالباً یہ تابوت تو آپ کو بہت پسند آیا ہو گا۔ جو میں نے خاص طور سے آپ کے لئے بنوایا ہے!"

"تو کیا مجھے اس تابوت میں بند کیا جائیگا۔ میں نے اپنی بد حواسی پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں" عرفان نے شوخی سے کہا۔ "اور اس تابوت میں آپ کو دفن کیا جائے گا۔

"اور ڈاکٹر اسلم" یکایک شیمونہ نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا، "تمہیں یہ سُن کر

ضرور خوشی ہوگی کہ ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ دراصل میں یہ ظلم برداشت نہ کرسکتی تھی اس لئے میں نے عرفان سے تمہاری سفارش کی اور وہ میری خاطر اس بات پر راضی ہو گئے ہیں کہ تمہیں ہلاک کرنے کی بجائے زندہ ہی تابوت میں بند کرکے دفن کر دیا جائے؟"

"کیا ـــــ ؟ میری آنکھیں دہشت سے پھٹی رہ گئیں "کیا مجھے زندہ ہی دفن کرو گی" ـ؟

"دیکھا عرفان! میں نہ کہتی تھی کہ ڈاکٹر اسلم یہ سُن کر بہت خوش ہونگے کہ انھیں قتل نہیں کیا جارہا، بلکہ زندہ و سلامت انھیں اُن کے آخری سفر پر روانہ کیا جارہا ہے۔ یقیناً وہ دونوں کے بے حد مشکور ہیں"۔

غصہ کے مارے میرے دماغ کی رگیں جھنجھنا اٹھیں، میں نے چلا کر کہا۔

"جلادو....."

لیکن شمونہ نے فوراً میری بات کاٹ دی اور بولی۔

"نہیں نہیں ڈاکٹر اسلم آپ ہمارا شکریہ ادا کرکے شرمندہ نہ کریں، اپنے گزشتہ دوستانہ کی خاطر یہ تو ہمارا فرض تھا"۔

"ہاں" عرفان نے سر ہلاتے ہوئے اور میری جانب چور نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا " اس طرح سے دونوں باتیں پوری ہو جائیں گی۔ ڈاکٹر اسلم کو ہمارے دوستانہ کا ثبوت مل جائیگا اور ہمارا انتقام بھی پورا ہو جائیگا"۔

"عرفان ـــــ خدا کے لئے اپنی یہ بکواس بند کرو، اور جو کچھ تمہیں کرنا ہے خاموشی سے کر گزرو۔ لیکن یہ یقین رکھو میرا خون بے گناہ ضرور رنگ لائیگا۔ محمود اور

ڈاکٹر مہتہ کو جب میری گم شدگی کا علم ہوگا تو وہ مجھے تلاش کرنے کے لئے زمین آسمان ایک کر دیں گے۔"

"آپ غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں مسٹر اسلم،" عرفان نے اسی طرح کے شاداں اخلاق کے لہجے میں کہا۔ "آپ کے بارے میں یہ جاننا بالکل ناممکن ہے کہ آپ یکایک کہاں غائب ہو گئے ہیں۔ کیونکہ جو تجویز ہم نے آپ کو زندہ دفن کرنے کے لئے سوچی ہے وہ اس قدر انوکھی ہے کہ کسی کا اس طرف دھیان نہیں جا سکتا۔ اس کے علاوہ اگر پولیس کو یا محمود کو اصل راز معلوم بھی ہو گیا تو اس وقت ہم اطمینان کے ساتھ مصر پہنچ چکے ہوں گے۔ ہم دونوں یعنی میں اور شمونہ ہمیشہ کے لئے ہندوستان چھوڑنے والے تھے۔ ہمیں صرف ایک ہی افسوس تھا کہ ہم لوگ آپ کے احسانات کا بدلہ نہ چکا سکے۔ لیکن خدا بڑا مسبب الاسباب ہے عین وقت پر اس نے تمہیں بمبئی بھیج دیا اور ہم اپنا یہ احسان اتارنے کے قابل ہو سکے۔"

میں نے ان کی باتوں سے تنگ آ کر آنکھیں بند کر لیں، یکایک شمونہ کی آواز آئی۔

"عرفان ـــــ ڈاکٹر اسلم کو اپنی پوری تجویز کا حال تو سنا دو تاکہ وہ دل ہی دل میں ہماری عقلمندی کی داد دے سکیں۔"

"ضرور میری جان ـــــ" عرفان نے جواب دیا "میں تمہارے خاطر سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے آہستہ سے مجھے پکارا

"ڈاکٹر اسلم" ـــــ

میں نے آنکھیں کھول دیں تو وہ بولا۔

"دیکھئے، اس پوری تجویز میں خود خدا کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ نہ صبح میرا بوڑھا ملازم سیموئیل مرتا، اور نہ یہ تجویز میرے ذہن میں آتی۔"

مجھے جواب میں اس طرح خاموش دیکھ کر اس نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

"ہوا یہ کہ کل سے میں اور شیوا دماغ سوزی کر رہے تھے کہ تمہارا کیا بنایا جائے یکایک صبح کو بوڑھے سیموئیل کی موت ہو گئی اور الہام کی طرح یہ تجویز میرے ذہن میں آئی۔ سیموئیل دراصل میرا ملازم تھا اور میری پرائیویٹ سکریٹری مس ڈوروتھی کو بھی اس سے پشت کا رشتہ دار ہوتا تھا، وہ قریب ایک ماہ سے دل کے عارضہ میں مبتلا تھا۔ صبح کو اس کا انتقال ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ مرنے والا تو مر گیا اب اسے دفن کیا جائے یا پانی میں بہایا جائے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لئے میں نے یہ تجویز سوچی کہ اس کی موت کا ڈاکٹری سرٹیفکیٹ لے کر اور میونسپلٹی میں اس کی موت کا اندراج کرانے کے بعد اسے تو سمندر میں بہا دیا جائے اور اس کی جگہ ڈاکٹر اسلم کو دفن کیا جائے۔

اب تم خود ہی سوچو بھلا کس کا دماغ یہ سوچ سکتا ہے بوڑھے سیموئیل کو جس تابوت میں بند کر کے دفن کیا جا رہا ہے اس میں سیموئیل نہیں ہے بلکہ ہندوستان کے مشہور ماہر سمیات ڈاکٹر اسلم زندہ و سلامت ہیں ——— اور سیموئیل بیچارہ سمندر میں مچھلیوں کی شکم پری کے کام آ رہا ہے۔"

عرفان نے جس سکون اور اطمینان کے ساتھ اپنی تجویز کا حال سنایا وہ لہجہ بذاتِ خود اس قدر بھیانک تھا۔ کہ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے

لگا۔ اور اس پر تجویز کی خوفناکی ــــــ قریب تھا کہ دہشت کے مارے میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔ لیکن میں نے فوراً یہ کہہ کر دل پر قابو پا لیا کہ اُن جلادوں کے سامنے رنج و غم کا اظہار کرنا سراسر بزدلی ہے۔

چونکہ ان لوگوں سے کسی قسم کی رحم کی درخواست کرنا حماقت تھا۔ اس لئے میں نے نفرت سے منہ بنا کر آنکھیں بند کر لیں تاکہ جو اُن کی مرضی ہو جلد از جلد کر لیں اور مجھے اس جانکنی کی حالت سے نجات ملے۔

ڈاکٹر عرفان نے بھی اب باتوں میں وقت ضائع کرنا لاحاصل سمجھ کر اپنے آدمیوں کو دبی زبان سے کچھ احکامات دیئے، فوراً ان آدمیوں نے بجلی کے تاروں پر لپیٹے جانے والے ٹیپ کی کئی پٹیاں میرے ہونٹوں پر چپکا دیں تاکہ میں آواز نہ نکال سکوں اور میرے بے جان جسم کو اُٹھا کر احتیاط کے ساتھ تابوت میں رکھ دیا ــــــــــــــــ میں حسرت اور بیکسی کے ساتھ اپنے زندہ دفنائے جانے کا عمل دیکھتا رہا، اب تو میں بالکل مجبور ہو چکا تھا، نہ ہاتھ پیر ہلا سکتا تھا اور نہ ہی آواز نکال سکتا تھا۔

مجھے تابوت میں لٹا کر انہوں نے اسے بند کر دیا۔ اور پھر کھٹ کھٹ کی آواز سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ تابوت میں کیلیں ٹھونک رہے ہیں، اب زندگی کی کوئی امید نہ تھی اس لئے میں نے دل ہی دل میں اپنے گناہوں سے توبہ کی، اور آنکھیں بند کر کے سکون کے ساتھ موت کا انتظار کرنے لگا۔ تابوت کے سرہانے کی جانب دو تین چھوٹے چھوٹے سوراخ کھلے ہوئے تھے جن کی بارے میں میں نے اندازہ لگایا

کہ یہ شاید اس وجہ سے رکھے گئے ہیں تاکہ میں زیادہ سے زیادہ دیر تک زندہ رہ سکوں اور خوب تڑپ تڑپ کر جان دوں۔

یہ خوفناک شیمونہ اور جلاد عرفان کا انتقام تھا۔

تابوت بند کر کے اُسے اُٹھا کر وہ لوگ قبرستان کی جانب چلے، باہری دنیا کی کچھ کچھ آوازیں ابھی تک میرے کانوں میں آرہی تھیں، لیکن اب میرے لئے سب کچھ بیکار تھا۔ میں صرف چند گھنٹوں کا مہمان تھا اس لئے میں نے زندگی جانے کا غم کرنے کے بجائے اپنے گناہوں پر پشیمان ہونے اور خدا سے اپنے غلط کاموں کی توبہ کرنے میں وقت گزارنا مناسب سمجھا۔ اس طرح دل کو کچھ سکون ہو گیا، آخر میرا تابوت کاندھوں سے اُتار کر نیچے رکھ دیا گیا۔ اس وقت میں نے سُنا کہ کوئی آدمی گورکن سے جلدی جلدی قبر تیار کرنے کے بارے میں کہہ رہا تھا غالباً میرا تابوت لانے والے چار یا پانچ آدمی تھے، رات کا وقت تھا، قبرستان میں چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی، یا ہو سکتا ہے مجھے تابوت کے اندر ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ سناٹے میں صرف ان تین چار آدمیوں کے باتیں کرنے یا قہقہے لگانے کی مدھم آوازیں سُنائی دے رہی تھیں، کچھ دیر کے بعد شاید قبر تیار ہو گئی۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے ایک کو پکارا۔

"جمیز! آؤ تابوت اُٹھاؤ۔"

فوراً تابوت میں جنبش ہوئی ــــــ میرا دل دھڑکنے لگا، اور باوجود ضبط کے میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، گویا دنیا میں یہ میرے آخری سانس تھے۔ اب زندگی کی کوئی آس نہیں تھی۔ اس وقت رہائی کی اُمید کرنا سراسر

حماقت تھی۔ میں سوچ رہا تھا، محمود اس وقت آرام سے سو رہا ہوگا اسے کیا خبر کہ اس کا عزیز ترین دوست اس وقت زندہ دفن کیا جا رہا ہے اور اب سے چند لمحوں کے بعد وہ ہمیشہ کیلئے دنیا سے رخصت ہو جائیگا، مجھے مرنے کا اتنا خوف نہیں تھا، دہشت صرف اس بات سے تھی کہ قبر میں دفن ہو جانے کے بعد جب ہوا تابوت میں آنی بند ہو جائے گی اس وقت میرا کیا عالم ہوگا۔؟

خیر! میں انہیں خیالات میں غلطاں تھا کہ ان لوگوں نے تابوت پیروں قبر میں اتار دیا، گویا اب میں لیٹنے کے بجائے کھڑا تھا — پھر تابوت پر مٹی ڈالنے کی آواز سنائی دی اور میرا دم گھٹنے لگا، دماغ میں چکر سے آنے لگے اور آدمیوں کی آوازیں اس طرح سنائی دینے لگیں۔ جیسے کوئی دور کھڑا ہوا باتیں کر رہا ہو۔

موت اب میری شہ رگ سے بھی قریب تھی میں نے دم گھٹنے کی تکلیف سے گھبرا کر آنکھیں پوری قوت سے بند کر لیں دل بڑی زور زور سے دھک دھک کرنے لگا اور ذہن پر ایک گہرا غلاف سا پڑتا چلا گیا — اس کے بعد کیا ہوا، یہ مجھے بالکل علم نہیں، صرف خواب کی سی کیفیت کے طور اتنا یاد ہے کہ جب میں آنکھیں بند کئے موت کا انتظار کر رہا تھا — یکایک باہر کے لوگوں کے زور زور سے بولنے کی آوازیں سنائی دیں اور ایک اس طرح کا ہلکا سا دھماکہ بھی سماعت کے پردے سے ٹکرایا جیسے کہیں دو گولی چلائی گئی ہو، اور اس کے بعد میں ہر چیز سے بے خبر ہو گیا۔

خوفناک واقعات

دوسری بار ہوش آیا تو میرا دماغ کچھ سوچنے سمجھنے کی قوت سے محروم تھا، پھر رفتہ رفتہ اعصاب نے حرکت کرنا شروع کی اور میں سوچنے سمجھنے کے قابل ہو گیا۔ اس وقت پہلی بار مجھے یاد آیا کہ میں تابوت میں بند کر کے دفنا دیا گیا تھا ——— اس وقت میں نے سمجھا کہ شاید میں مر چکا ہوں اور فرشتے مجھ سے حساب کتاب لینے آئے ہیں، لیکن دھیرے دھیرے جب میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سخت تعجب ہوا کیونکہ یہ قبر نہیں تھی، بلکہ میرا ہوٹل والا کمرہ تھا ———

خوشی کے مارے میرے ہونٹوں سے ایک چیخ نکل گئی!! اب پہلی بار مجھے اصل حقیقت کا علم ہوا کہ میں زندہ اور سلامت ہوں، اور یہ دیکھ کر تو میری مسرت کی انتہا نہ رہی کہ اب میرے اعضا بھی کام کرنے

لگ گئے تھے، وہ جمود کی کیفیت دور ہو چکی تھی۔ ایک لمحہ کے لئے میں نے سوچا کہ کیا میں نے وہ سب کچھ ایک ہیبت ناک خواب دیکھا تھا لیکن فوراً ہی جب تمام واقعات ایک ایک کر کے یاد آئے اور مفلوج اعضاء میں تکلیف کا احساس ہوا تو پتہ چلا خواب نہیں تھا حقیقت تھی۔

میں خوشی کے مارے اُٹھ بیٹھا۔ اتنے ہی میں شاید میری چیخ کی آواز سن کر باہر سے محمود دوڑا ہوا آیا۔ مجھے ہوش میں آیا دیکھ کر اس کے چہرے پر مسرت کے آثار پیدا ہو گئے، وہ دوڑا ہوا آیا اور مجھ سے چمٹ گیا۔

"اوہ! اسلم۔ میرے عزیز دوست! خدا کا شکر ہے کہ تم بچ گئے"

"ہاں محمود میں بچ گیا"۔ میں نے کمزور آواز میں جواب دیا۔

"اب طبیعت کیسی ہے؟" محمود نے سوال کیا۔

"اب ٹھیک ہے"۔ میں نے جواب دیا۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ میں یہاں کیسے آیا۔ مجھے تو دفن کر دیا گیا تھا"

"یہ سب کچھ بعد میں سُن لینا"۔۔۔۔ محمود نے مجھے دوبارہ بستر پر لٹاتے ہوئے کہا۔۔۔ "ڈاکٹر مہتہ ہدایت کر گئے ہیں کہ ہوش میں آنے کے بعد تمہیں زیادہ باتیں نہ کرنے دیا جائے۔ فی الحال تم دوا پی کر سو جاؤ۔ پھر سو کر اُٹھو گے تو سارا قصہ تمہیں سنا دیا جائے گا۔

"لیکن مجھے کم از کم یہ تو بتا دو کہ میری جان کس نے بچائی ہے؟"

"ہم دونوں کی مشترکہ کوششوں سے۔۔۔۔"

"یعنی تم اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" ؟؟

"میں اور سمینہ ــــ"

"سمینہ ــــ میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں سمینہ نے ــــ بہر حال اب تم زیادہ سوالات نہ کرو اور اطمینان سے سو جانے کی کوشش کرو۔"

یہ کہہ کر محمود نے مجھے لٹا دیا اور دوا کی ایک خوراک پلا دی۔ میں نے لیٹتے ہوئے کہا۔

"اچھا یہ اور بتا دو کہ سمینہ اس وقت کہاں ہے؟

سمینہ اور ڈاکٹر مہتہ ابھی آدھا گھنٹہ ہوا یہاں سے گئے ہیں، شاید چند گھنٹوں کے بعد دوبارہ واپس آسکیں"۔

غالباً دوا میں نیند لانے کا اثر تھا، کیونکہ لیٹتے ہی مجھے نیند آنے لگی اور میں چند لمحوں کے بعد ہی بے خبر سو گیا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو گھڑی شام کے چھ بجا رہی تھی، ڈاکٹر مہتہ اور سمینہ بھی آئے ہوئے تھے۔ مجھے بیدار دیکھ کر ان دونوں نے میرے زندہ سلامت بچ جانے پر دلی مبارکباد دی

کچھ دیر اِدھر اُدھر کی گفتگو ہو چکی تو میں نے پھر محمود سے وہ حالات سنانے پر اصرار کیا جن میں اُنہوں نے میری جان بچائی۔ محمود نے سمینہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے تم مس سمینہ سے تمام حالات معلوم کر لو"

میں نے سمینہ کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا تو اُس نے مسکرا کر کہا۔

مجھے کوئی اعتراض نہیں ـــــ میں شروع سے آخر تک سارا حال سنائے دیتی ہوں ؛؛

یہ کہہ کر اس نے چاروں طرف ایک نظر ڈالی پھر کھنکار کر کہنا شروع کیا ، سب سے پہلے مسٹر اسلم میں آپ کی عقابی نظروں کی داد دیتی ہوں کہ آپ نے سیٹھ رحمت بھائی والے حادثہ والے روز میرے چہرے کے آثار سے معلوم کر لیا کہ مجھے سیٹھ رحمت بھائی کی موت پر حیرت بالکل نہیں تھی ۔ صرف پریشانی تھی ۔

واقعی آج میں اعتراف کرتی ہوں کہ اُن کی موت پر مجھے بالکل حیرت نہیں تھی صرف پریشانی تھی لہٰذا اس کی وجہ صاف طور سے یہ تھی کہ ان کی موت میرے لئے غیر متوقع نہیں تھی ؛؛

ڈاکٹر مہتہ اور محمود کے چہرے پر یہ واقعات سن کر حیرت کے آثار پیدا ہو گئے اور وہ دونوں ذرا زیادہ توجہ سے حالات سننے لگے ۔ سمینہ نے مسکرا کر داستان جاری رکھتے ہوئے کہا ۔

،، در اصل یہ محض اتفاقی امر تھا کہ سیٹھ رحمت بھائی کی ملازمت میں آنے سے پیشتر میں اُن دو بد نصیبوں کے ہاں بھی ملازم رہ چکی تھی جن کی پر اسرار موتیں ایک ڈیڑھ سال قبل ہو چکی تھیں ، وہ دونوں شخص بھی دولت مند تھے ۔ اور اُن کی موتیں بھی سیٹھ رحمت بھائی کی طرح حیرت ناک طور پر واقع ہوئی تھیں اور میرا شروع ہی سے یہ خیال تھا کہ وہ دونوں موتیں قدرتی نہیں تھیں ، بلکہ یوں سمجھئے کہ سیٹھ رحمت بھائی کے ہاں ملازمت بھی میں نے اسی سلسلہ میں کی تھی ؛؛

"یعنی!" — میں نے اس کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"یعنی یہ کہ مجھے تھوڑا سا جاسوسی کرنے کا شوق چرایا تھا۔" سمینہ نے مسکرا کر کہا۔

"دراصل پہلے سیٹھ سہراب جی کے ہاں میں نے جب ملازمت کی تو چھ ماہ بعد ہی اُن کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت ایک حسین عورت اُن کے گہرے دوستوں میں شامل تھی۔ یا یہ کہیئے ان کی محبوبہ تھی۔؟

اُن کی موت کے بعد میں نے سیٹھ فیروز کے ہاں ملازمت کر لی —— اور یہ دیکھ کر میرے تعجب کی حد نہ رہی کہ وہی عورت سیٹھ فیروز کے دوستوں میں شامل تھی شاید پھر بھی شک نہ ہوتا اگر اس کے تین چار ماہ بعد ہی سیٹھ فیروز کا بھی انتقال نہ ہو جاتا۔

سیٹھ فیروز کے انتقال کے بعد پہلی بار اس عورت کے بارے میں میرے دل میں شک پیدا ہوا۔ دونوں موتوں کے بارے میں پولیس نے بالا بالا کچھ تحقیق کی لیکن کوئی خاص ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے خاموش ہو گئی۔ لیکن میں نہ جانے کیوں اپنے دل کو نہ سمجھا سکی۔

مجھے چونکہ جاسوسی ناول پڑھنے کا شوق تھا اسلئے وہیں خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی ڈاکٹر اسلم کی طرح کوئی کارنامہ کر کے دکھاؤں —— یہ سوچ کر میں نے اس پُراسرار عورت کے بارے میں تحقیق کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک روز کسی پارٹی میں یکایک میں نے دیکھا کہ اب وہ سیٹھ رحمت بھائی کے دوستوں میں شامل تھی۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد میں دوسرے روز سیٹھ رحمت بھائی

کے ہاں گئی۔ اور ملازمت کی درخواست کی۔ سیٹھ جی نے رحم کھا کر یا میری صورت شکل سے متاثر ہو کر فوراً مجھے اپنے پرائیویٹ سکریٹری کی حیثیت سے رکھ لیا

وہ عورت اب سیٹھ رحمت بھائی سے زیادہ میل جول کرنے لگی تھی۔ میں چونکہ سیٹھ صاحب کی پرائیویٹ سکریٹری تھی، اس لئے کئی بار انھوں نے مجھ سے ہزاروں روپے کے چیک بنوائے اور کسی کو دیدیئے یہ رقوم فرم کے رجسٹر میں اندراج نہیں کی گئیں، میں سمجھتی تھی یہ رقوم اسی عورت کو دی جاتی ہیں۔

بہر حال چند ماہ بعد ہی میرے نظریئے کی تصدیق ہو گئی ـــــ میرا شروع سے ہی یہ خیال تھا کہ یہ خطرناک عورت جس شخص سے دوستی بڑھاتی ہے چند ماہ بعد وہ پراسرار طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ وہی سیٹھ رحمت بھائی کے ساتھ ہوا اس روز وہ آپ کی نگاہوں کے سامنے اچھے خاصے تھے کہ یکایک گرے اور مر گئے۔

بس یہی وجہ تھی کہ میں ان کی اچانک موت سے پریشان ہوئی لیکن حیران بالکل نہ ہوئی۔"

ثمینہ ایک لمحہ کے لئے رکی تو ڈاکٹر مہتہ نے اعتراض کیا۔

لیکن تم نے یہ باتیں اس وقت پولیس والوں سے کیوں چھپائی تھیں!"

اس لئے کہ میں اپنے طور پر جاسوسی کرنا چاہتی تھی" ثمینہ نے جواب دیا مختصراً یہ کہ یہ تیسرا ثبوت ملنے کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب میں اس پراسرار عورت کی پوری طرح سے نگرانی کروں گی اور یہ راز معلوم کر کے رہوں گی ـــــ یہ مجھے یقین تھا کہ ان تینوں بدنصیبوں کو کسی خاص قسم کا زہر دیکر ہلاک کیا گیا ہے۔ اگرچہ تینوں کی موتیں جدا جدا طریقوں سے ہوئی تھیں۔

پھر بھی چونکہ تینوں حادثوں میں دل کی حرکت بند ہونے سے موت واقع ہوئی تھی۔ اس لئے اسے زہر کا اثر ہی کہا جا سکتا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تینوں مقتولوں کی حالت میں تین مختلف قسم کے زہر دیئے گئے ہوں۔

اپنے دل میں اس عورت کی نگرانی کرنے کا فیصلہ کر کے میں نے اس کی تلاش شروع کر دی۔

بدقسمتی سے مجھے اس کا پتہ بالکل معلوم نہیں تھا ـــــ اس پریشانی میں کئی روز گزر گئے اور باوجود تلاش کے میں اس کو نہ پا سکی۔

چند لمحوں کے لئے خاموش رہ کر سمینہ نے پھر ہم سب کے چہروں پر ایک نظر ڈالی اور مسکراتے ہوئے پھر بیان شروع کیا۔

"اب کل کی بات سنیئے، میں شاپنگ کرنے کے لئے بازار گئی ہوئی تھی کہ یکایک میری نظر اس عورت پر پڑی ـــــ چنانچہ میں نے فوراً اس کا تعاقب شروع کر دیا ـــــ میں اپنی دانست میں بڑی ہوشیاری سے اس کا پیچھا کر رہی تھی، اور سمجھے ہوئے تھی کہ اسے میری موجودگی کا علم نہیں ـــــ لیکن کچھ دیر گزرنے کے بعد پتہ چلا کہ میں سراسر بے وقوف تھی ـــــ وہ عورت فرزانہ اپنے نام کے اعتبار سے ہی عقلمند بھی تھی ـــــ شاید فوراً ہی اس بات سے خبردار ہو گئی تھی کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے اس لئے وہ آگے پیچھے دیکھے بغیر بڑی لاپروائی سے چلتی گئی، آخر ایک ڈیڑھ گھنٹہ چکر کاٹنے کے بعد وہ ایک عمارت میں داخل ہو گئی اور میں سڑک پر دوسری جانب رہ کر اس کا انتظار کرنے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر مکان سے باہر نکلی اور پھر ایک سمت کو چلی

پڑی ـــــ کوئی بیس منٹ چکر کاٹنے کے بعد وہ پھر ایک مکان میں گھس گئی اور میں حسبِ سابق اس کا انتظار کرنے لگی ـ

لیکن مجھے وہاں کھڑے ہوئے پندرہ منٹ ہی گذرے ہونگے کہ جس کوٹھی میں وہ عورت داخل ہوئی تھی اس کے برابر والی کوٹھی سے ایک عورت نکلی ـ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور تیز چلتی ہوئی میرے پاس آکر بولی ـــــ

"آپ کا نام مس سمینہ ہے نا ـــــ"؟

"جی ہاں" ـــــ میں نے حیرت سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا ـ

"آپ کو ڈاکٹر اسلم بلا رہے ہیں ـــــ"

"ڈاکٹر اسلم!" ـــــ میں نے اور زیادہ متعجب ہو کر کہا ـ

"جی ہاں ـــــ انہوں نے کھڑکی میں سے آپ کو دیکھ لیا ہے" پھر وہ آواز دبا کر بولی ـــــ درحقیقت وہ پاس والی کوٹھی کے رہنے والے کے بارے میں خفیہ طور پر کچھ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں" ؟ ـــــ

یہ حوالہ سُن کر مجھے فوراً یقین آگیا کہ آپ ہوں گے ـــــ اور میں اس عورت کے ساتھ کوٹھی میں چلی گئی ـــــ لیکن اندر آتے ہی ـــــ دو ہیبت ناک غنڈوں نے مجھے پکڑ لیا ، ایک نے فوراً میرا منہ بند کر دیا اور دوسرے نے رسی سے میرے ہاتھ پاؤں جکڑ دیئے ، پھر انھوں نے مجھے ایک کرسی سے باندھ کر بٹھا دیا اور رخصت ہوتے ہوئے ، ان میں سے ایک بولا ـــــ"

"مادام جاسوسی کرنے کا شوق ہے تو گھر سے تھوڑی سی عقل بھی ساتھ لے کر چلا کرو۔

"میرے منہ میں انھوں نے کپڑا ٹھونسا ہوا تھا اس لئے میں مجبور تھی کوئی جواب نہ دے سکی اور جواب دے بھی سکتی تو کیا حاصل تھا، میں اپنے جال میں خود پھنس گئی تھی، بعد میں مجھے معلوم ہوا تھا کہ وہ عورت فرزانہ پہلے جس مکان میں داخل ہوئی تھی وہاں سے اس نے فون کر کے ان دونوں غنڈوں اور اس عورت کو سارا قصہ بتا دیا تھا اور ترکیب بھی بتا دی تھی کہ مجھے قابو میں لانے کے لئے انھیں کیا کرنا چاہئے ——— کچھ دیر کے بعد ہی فرزانہ بھی میرے پاس آئی اس کے ساتھ ہی ایک اور شخص بھی تھا جسے وہ عرفان کے نام سے پکارتی تھی۔

غرض مختصر یہ کہ پہلے تو مجھے وہ برا بھلا کہتے رہے پھر وہیں کمرے میں بیٹھ کر اور ان دونوں غنڈوں کو بلا کر اپنی تجویز پر بحث کرتے رہے، میری موجودگی کی انھیں بالکل فکر نہ تھی کیونکہ بہ حالتِ موجودہ میں ان کی قیدی تھی غالباً انھوں نے اپنے دل میں فیصلہ کر دیا تھا کہ دوسرے کاموں سے فرصت پانے کے بعد وہ مجھے بھی ختم کر دیں گے۔

9/4/64

ان لوگوں کی گھنٹے بھر کی بحث اور گفتگو کے بعد مجھے جو معلومات ہوئیں وہ یہ تھیں کہ ان کے گروہ کا کوئی آدمی سموئیل مر گیا تھا اور وہ ڈاکٹر اسلم کو دھوکے سے گرفتار کر کے سموئیل کے تابوت میں ان کو زندہ دفن کر دینا چاہتے تھے اور خود اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اپنے پرائیویٹ سٹیمر کے ذریعہ پہلے گوا جانا چاہتے تھے

اور پھر وہاں سے جہاز میں بیٹھ کر مصر چلا جانا چاہتے تھے، میں اُن کی یہ خوفناک تجویز سن کر سخت پریشان ہوئی لیکن مجبور تھی کچھ بھی نہ کر سکتی تھی، دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گئی ـــــ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد کسی نے اُن کو فون کیا، اُسی مکان دار عورت نے اُنھیں آکر بتایا۔

"جولیا کا فون آیا ہے وہ کہتی ہے ڈاکٹر اسلم کو اس نے ہدایت کے مطابق کمرے میں قید کر دیا ہے"!

یہ سن کر میرے ہوش اور بھی اُڑ گئے۔ اب تک مجھے امید تھی کہ شاید ڈاکٹر اسلم ان کے پھندے میں نہ آئیں گے اور یقیناً وہ مجھے بچا لیں گے۔ لیکن ان کی گرفتاری کی خبر سن کر میں نے سوچا کہ اب ہماری دونوں کی زندگی کا خدا حافظ ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ہی وہ لوگ مجھے کمرے میں اسی طرح بندھا ہوا چھوڑ کر ڈاکٹر اسلم کو زندہ دفن کرنے کے لئے چلے گئے۔ صرف وہ عورت جو مجھے بہکا کر لائی تھی۔ وہاں میری نگرانی پر رہ گئی۔

میں کسی قسم کی امداد کی جانب سے اب نا امید ہو گئی تھی اس لئے مایوس بیٹھی ہوئی اپنے آپ کو کوستی رہی کہ کیوں میں نے جاسوسی کی کوشش کی اگر اپنے تمام شکوک ڈاکٹر اسلم یا پولیس کو بتا دیتی تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا ـــــ

اسی طرح نجانے کتنا عرصہ گذر گیا ـــــ رات ہو گئی اور وہ لوگ واپس نہ آئے، میرے اندازے کے مطابق نو بجے ہوں گے کہ کوٹھی کے دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔ وہ عورت دروازہ کھولنے گئی۔ میں نے سوچا شاید وہ لوگ اپنا کام ختم کر کے واپس آ گئے ہیں۔ میرا دل دھڑکنے لگا، لیکن چند ہی منٹ بعد

میری حیرت اور مسرت کی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ مسٹر محمود ہاتھ میں پستول لئے اندر داخل ہوئے، وہ عورت بے بسی کے عالم میں دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اُن کے آگے آگے تھی ——— مجھے دیکھ کر مسٹر محمود کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی، اُنھوں نے اس عورت کو دیوار کی جانب منہ کر کے کھڑا ہونے کا حکم دیا، اور پھر جلدی جلدی میری تمام رسیاں کھول کر میری جگہ اس کو باندھ کر چھوڑ دیا۔

منہ سے کپڑا نکلنے کے بعد کچھ دیر تک میں نے لمبے لمبے سانس لیکر خود کو سکون پہنچانے کی کوشش کی، پھر جب محمود صاحب اس عورت کو باندھ کر فارغ ہو گئے تو میں نے جلد ہی سے کہا " مسٹر محمود آپ کی بروقت امداد کے لئے میں بہت مشکور ہوں لیکن اس وقت زیادہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ ڈاکٹر اسلم کی زندگی خطرے میں ہے ہمیں فوراً یہاں سے چل دینا چاہئے "

محمود صاحب یہ سُن کر گھبرا گئے "

" بس بس "——— محمود نے یکایک سمینہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا " اتنا کافی ہے اس کے آگے میں سناؤں گا "

" بہت اچھا " ——— سمینہ نے مسکرا کر کہا ——— " آگے آپ سُنائیے!"

ہم سب لوگ اب محمود کی جانب متوجہ ہو گئے، اس نے پہلے کھنکار کر گلا صاف کیا پھر بولا۔

" میں شروع سے اپنی کہانی سناؤں گا۔ تمہیں یاد ہے اسلم کہ آج دوپہر تم نے اب تک کے تمام حالات کا مختصر سا قصہ مجھے سنایا تھا، اسی دوران

میں مس سمینہ کے بارے میں دوسری بار تم سے اپنے شکوک کا ذکر کیا۔
وہ سیٹھ رحمت بھائی کی موت کے بارے میں ضرور کچھ جانتی ہے"

"ہاں مجھے یاد ہے" میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"میں تو یہ واقعات سُن کر ہی آج میرے دل میں بھی جاسوسی کا شوق پیدا ہوا اور میں نے فیصلہ کیا کہ آج ہی میں مس سمینہ کی جاسوسی شروع کردوں گا"

چنانچہ دوپہر کو کھانے سے فارغ ہو کر میں احتیاط کے طور ریوالور جیب میں ڈال کر سراغ رسانی کے لئے روانہ ہو گیا مس سمینہ کا پتہ مجھے معلوم تھا اور میرا ارادہ فی الحال صرف اُن کا تعاقب کر کے یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ کن کن لوگوں سے ملتی رہیں۔ دراصل مجھے شک ہو گیا تھا کہ شاید یہ بھی قاتلوں سے ملی ہوئی ہیں۔

اتفاق دیکھئے کہ جب میں اُن کے مکان پر پہنچ کر کس طرح یہ معلوم کرنے کی ترکیب سوچ رہا تھا کہ وہ اندر ہیں یا نہیں یکایک میں نے اُنھیں مکان سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ میں فوراً چھپ گیا۔۔۔ اور جب وہ ایک سمت کو چل پڑیں تو میں بھی اُن کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔۔۔ مس سمینہ پہلے تو کچھ دیر شاپنگ کرتی رہیں پھر انہوں نے بے موقع چکر کاٹنے شروع کر دیئے۔۔۔ میں حیران تھا کہ آخر کیا معاملہ ہے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد یہ معلوم کر کے مجھے سخت تعجب ہوا کہ مس سمینہ بھی میری طرح کسی عورت کا تعاقب کر رہی ہیں۔ گویا صورت یہ تھی کہ میں مس سمینہ کا تعاقب کر رہا تھا اور مس سمینہ اس نامعلوم

عورت کا پیچھا کر رہی تھیں "

"کیا تم نے اس عورت کو نہیں پہچانا تھا"؟ میں نے محمود سے پوچھا۔

"نہیں"..... محمود نے جواب دیا — "اس کی بڑی وجہ تو یہ تھی کہ وہ مجھ سے کافی فاصلہ پر تھی۔ دوسرے اُس نے آنکھوں پر سیاہ عینک چڑھا رکھی تھی اور بال بھی ایک عجیب ڈھنگ سے بنا رکھے تھے لیکن بعد میں مجھے پتہ چل گیا کہ اصل وہ شمونہ تھی۔ جس نے ان دنوں فرزانہ کا نام اختیار کر رکھا تھا۔

غرض مختصر یہ ہے کہ اس تعاقب کا حال آپ مس ثمینہ کی زبانی سُن ہی چکے ہیں، دوسری بار جب شمونہ ایک کوٹھی میں داخل ہوئی اور اُس کے چند منٹ بعد ہی وہ مکار عورت دھوکہ سے مس ثمینہ کو بُلا کر برابر والی کوٹھی میں لے گئی اُس وقت میں تھوڑے ہی فاصلہ پر کھڑا ہوا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

ایک بات میرے ذہن میں اب صاف ہو گئی تھی اور وہ یہ تھی کہ کم از کم مس ثمینہ قاتلوں کے گروہ سے تعلق نہیں رکھتیں، بلکہ مجھے پختہ یقین ہو گیا کہ وہ بھی میری طرح اپنے طور پر جاسوسی کر رہی ہیں۔

وہ عورت جو انھیں بلا کر لے گئی تھی اس کے بارے میں خیال گذرا کہ وہ ضرور مس ثمینہ کی دوست ہوگی۔ جس سے انھوں نے صرف اسلئے دوستانہ کیا ہو گا تا کہ برابر والی کوٹھی کے لوگوں کے حالات معلوم کرتی رہیں۔

میں حالات میں اب زیادہ دلچسپی لینے لگا تھا اس لئے وہیں ایک جگہ چھپ کر اُن کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔

لیکن کئی گھنٹے گذر گئے اور مس ثمینہ باہر نہ آئیں — کھڑے کھڑے

میرے پیر تھک گئے تھے، اس لئے میں نے سوچا کہ ذرا سامنے والے ہوٹل میں بیٹھ کر کچھ کھا پی لوں — تاکہ پیروں کو بھی کچھ آرام مل سکے۔ لیکن ابھی میں جانے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ یکایک ایک خالی کار اس کوٹھی کے سامنے آکر رکی جس میں مس سمینہ داخل ہوئی تھیں، اور چند منٹ بعد ہی چار آدمی باہر نکلے جن میں سے دو شخصوں کو میں نے فوراً ہی پہچان لیا، ایک ان میں سے ڈاکٹر عرفان تھا اور دوسری یقیناً شمونہ تھی۔ حالانکہ اس نے میک اپ کر کے اور آنکھوں پر سیاہ چشمہ چڑھا کر کافی اپنے آپ کو بدل لیا تھا۔ پھر بھی اس کے نقوش میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ دوسرے ڈاکٹر عرفان کی موجودگی بھی اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ عورت شمونہ ہی ہے۔ اب میں سمجھا کہ کیا معاملہ تھا۔ دراصل شمونہ ہی وہ عورت تھی مس سمینہ جس کا تعاقب کر رہی تھیں، بعد میں معلوم ہوا کہ شمونہ ہی نے اپنا نام فرزانہ رکھ کر سیٹھ رحمت بھائی سے دوستی کی تھی۔

ایک لمحہ کے اندر اندر سارے واقعات میرے ذہن میں گھوم گئے، عرفان اور شمونہ کو دیکھ کر مجھے زیادہ حیرت اس لئے نہیں ہوئی کہ اسلم ان کے زندہ رہنے کے بارے میں اپنے شکوک مجھ پر ظاہر کر چکے تھے۔

اب میرے لئے بڑی مشکل کا سامنا ہوا، اس وقت میری سمجھ میں ہی نہ آتا کہ کیا کروں؟ اور میں آئندہ کے لئے اپنا پروگرام سوچ ہی رہا تھا کہ وہ چاروں موٹر میں بیٹھ کر ایک طرف کو روانہ ہو گئے، اور میں حیران و پریشان وہیں کھڑا رہ گیا۔

لیکن اب ایک اور خیال مجھے پریشان کر رہا تھا، سوال یہ تھا کہ مس سمینہ کہاں گئیں؟ شیمونہ عرفان اور اُن کے دونوں ساتھی اسی کوٹھی سے باہر نکلے تھے جس میں مس سمینہ گئی تھیں حالانکہ شیمونہ اس کی برابر والی کوٹھی میں داخل ہوئی تھی، اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ ان دونوں کوٹھیوں میں آنے جانے کا کوئی اور راستہ بھی ہوگا، غالباً عقبی دروازے سے شیمونہ پہلی کوٹھی سے دوسری میں چلی گئی ہوگی، لیکن سوال یہ تھا کہ کیا مس سمینہ واقعی ان لوگوں سے ملی ہوئی ہیں ۔؟ پھر میں نے سوچا اگر وہ ان لوگوں سے ملی ہوئی ہوتیں تو شیمونہ کا تعاقب کیوں کرتیں؟ یا وہ اُن کے گروہ کے ہی ایک فرد تھیں تو اب اُن کے ساتھ کیوں نہیں گئیں ۔؟

پھر وہ کہاں گئیں؟؟؟

ایک بڑے سے سوالیہ نشان نے میرے ذہن کو اپنے حلقہ میں لے لیا میں سخت پریشانی کے عالم میں تمام حالات پر غور کرتا رہا اور وہیں ٹہلتا رہا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہ آسکی کہ انھیں دھوکے سے ان لوگوں نے گرفتار کر لیا ہوگا۔

آخر رات ہوگئی ـــــ دوپہر سے مجھے چھ گھنٹے مسلسل کھڑے کھڑے ہوگئے تھے۔

اندھیرا ہو جانے پر بھی جب مس سمینہ باہر نہ آئیں تو مجھے یقین ہو گیا کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے!!

اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد میں نے اب کوٹھی میں گھس کر اصل معاملہ

کی تحقیق کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ میں دیکھ چکا تھا کہ مکان میں اب صرف مس سمینہ اور وہ عورت ہو گی جو انھیں بلا کر لے گئی تھی، باقی لوگ میرے سامنے موٹر میں بیٹھ کر جا چکے تھے، لہٰذا میں نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لیا اور مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

فوراً ہی اُس عورت نے آ کر دروازہ کھولا —— میں نے اُس سے کہا:-

"میں مس سمینہ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

جواب میں اس عورت نے مشکوک نظروں سے گھور کر مجھے دیکھا اور منہ بنا کر بولی

"یہاں کوئی سمینہ نام کی عورت نہیں رہتی۔"

"لیکن ابھی وہ شام کو یہاں آئی تھیں،" میں نے اعتراض کیا۔ "بلکہ تم خود انھیں سڑک پر سے بلا کر لائی تھیں۔"

یہ سُن کر ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا، پھر فوراً ہی خود پر قابو پا کر غصہ سے کہا،

"وہ چلی گئیں یہاں کوئی نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر وہ دروازہ بند کرنا چاہتی تھی کہ میں نے اپنا بوٹ دروازے میں پھنسا دیا اور زبردستی اُسے دھکیل کر خود بھی کوٹھی میں داخل ہو گیا —— وہ سہم گئی —— اور چاہتی تھی کہ کسی کو امداد کے لئے بُلائے کہ میں نے اپنا ریوالور اُس کے سینہ پر رکھ دیا اور کہا:-

اگر تم نے ذرا بھی آواز نکالی تو گولی چلا دوں گا ——— اب بتاؤ سمینہ کہاں ہے ؟"

وہ سخت خوفزدہ ہو گئی تھی، اسلئے جلدی سے ایک کمرے کی جانب اشارہ کر کے بولی،

"وہاں ہیں"

"چلو میرے ساتھ ——— میں نے اس کا بازو پکڑ کر اُسے اپنے آگے دھکیلتے ہوئے کہا، اور خود پستول کی نالی اُس کی کمر سے لگا کر اُس کے پیچھے ہو لیا"

"تم نے سخت حماقت کی" میں نے محمود کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اگر اس وقت کوٹھی میں کچھ لوگ اور ہوتے تو تم کیا کرتے؟ ایسے موقع پر تمہیں چاہئے تھا کہ پولیس کے چند سپاہی اپنی مدد کے لئے ساتھ لیکر کوٹھی میں داخل ہوتے۔

"اتنا وقت ہی کہاں تھا" محمود نے جواب دیا۔ "دوسرے مجھے یقین تھا کہ کوٹھی میں کوئی مرد نہ ہوگا۔ کیونکہ اتنا عرصہ کھڑے رہنے کے باوجود میں نے کسی متنفس کو بھی اندر داخل ہوتے یا اندر سے باہر آتے نہیں دیکھا۔

غرض یہ کہ اس عورت کے ساتھ میں کمرۂ نشست میں گیا تو دیکھا کہ مس سمینہ کرسی سے بندھی ہوئی پڑی ہے۔ میں نے فوراً اُنھیں کھول کر اس عورت کو ان کی جگہ باندھ دیا اور اُنھیں ساتھ لیکر فوراً کوٹھی سے باہر آ گیا۔ راستہ میں اُنھوں نے مختصر طور پر عرفان کی پوری سازش کا حال بتایا میں یہ سُن کر گھبرا گیا کہ وہ اسلم کو زندہ دفن کرنے والے ہیں چنانچہ فوراً ہم نے ٹیکسی لی اور علیائیوں کے قبرستان کی جانب روانہ ہو گئے۔ مس سمینہ نے

رائے دی کہ پہلے ہمیں پولیس میں چلنا چاہئے لیکن اب دیر کرنے کا وقت نہیں تھا، اس لئے میں نے پولیس کے جھمیلوں میں پھنس کر وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا، ہم دونوں براہِ راست قبرستان میں پہنچ گئے۔

سب سے پہلے میں نے قبرستان کے دفتر میں پہنچکر منتظم سے سوال کیا۔

"کیا سموئیل نام کا کوئی شخص دفن ہونے کے لئے آیا ہے؟

"جی ہاں"۔ منتظم نے جواب دیا، مرحوم کا تابوت آئے کافی دیر ہو چکی ہے، یقین ہے کہ وہ لوگ دفن کر کے جا چکے ہوں گے۔"

یہ سُن کر میرے حواس اُڑ گئے —— میں نے مس سمینہ کا ہاتھ پکڑا اور اُنھیں کھینچتا ہوا قبرستان کے اندر کی جانب بھاگ کھڑا ہوا —— قبرستان کا منتظم بے چارہ خدا جانے کیا سمجھا ہو گا —— وہ حیرت سے منہ پھاڑے ہمیں گھورتا رہ گیا، قبرستان چونکہ کافی لمبا چوڑا ہے، اس لئے صحیح مقام تلاش کرنے میں ہمیں کافی دقت ہوئی، پھر بھی قسمت یاور تھی کہ ہم عین وقت پر پہنچ گئے —— میں نے لالٹین کی روشنی میں دُور ہی سے دو آدمیوں کو پہچان لیا، وہ دونوں وہی تھے جو عرفان کے ساتھ موٹر میں بیٹھ کر گئے تھے۔ دو کوئی اور اجنبی تھے، اُن میں عرفان یا شیمونہ نہیں تھی۔ جس وقت ہم لوگ اُن کے قریب پہنچے تو وہ تابوت کو قبر میں اُتار رہے تھے۔

ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو کر میں نے سوچا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے کیونکہ وہ چار تھے اور ہم صرف دو —— اور مجھے یقین تھا کہ وہ ضرور مسلح ہوں گے۔

لیکن اب زیادہ غور و فکر کرنے کا وقت بھی نہیں تھا۔ وہ لوگ تابوت قبر میں اُتار چکے تھے جو کچھ کرنا تھا فوراً کرنا تھا، ورنہ سب کچھ بیکار تھا۔ یکایک اُنھوں نے تابوت کو قبر میں ٹھیک سے طرح اُتار کر مٹی ڈالنا شروع کر دی۔

بس یہ مجھ سے نہ دیکھا گیا ــــــ عقل اور احتیاط کو چھوڑ کر میں دیوانوں کی طرح درخت کی آڑ سے نکلا اور بے تحاشا اُن کی جانب بھاگ کھڑا ہوا ــــــ دوڑتے ہوئے میں نے دو تین فائر کئے۔

میرے پیچھے پیچھے ہی سمینہ بھی دوڑنے لگیں ــــــ وہ لوگ چونکہ مجرم تھے اسلئے ہمیں اپنی جانب بھاگتے ہوئے دیکھ کر اور گولیوں کی آواز سن کر سمجھے کہ پولیس آگئی ہے لہٰذا وہ قبر کو کھلا چھوڑ کر ہی بھاگ کھڑے ہوئے تھوڑی دیر میں ہی میدان صاف ہو گیا۔

میں اور مس سمینہ قبر کے سرہانے جا کھڑے ہوئے، گھبراہٹ کے مارے میرے ہاتھ پیر کانپ رہے تھے۔ اور سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ تابوت کو کس طرح قبر سے نکالوں۔
عین اسی وقت قبرستان کے منتظم اور گورکن گولیوں کی آواز سن کر بھاگے ہوئے آئے۔

میں نے اُنھیں مختصر الفاظ میں بتایا کہ اس تابوت میں ایک زندہ آدمی ہے جسے چند بدمعاش اس طرح ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ اصل مُردہ سمندر میں بہا دیا گیا۔ یہ سن کر وہ سب لوگ بھی سخت پریشان ہوئے اور اُنھوں نے فوراً تابوت کو قبر سے باہر نکال دیا۔

میں نے اُن میں سے ایک کے ہاتھ میں سے پھاوڑا لیکر جلدی سے تابوت کا

ڈھکنا توڑا

ڈھکنا اُٹھا کر دیکھا تو اسلم اسمیں موجود تھے، لیکن اتنی دیر ہی قبر میں رہنے کے باعث بے ہوش ہو چکے تھے۔

میں نے نبض دیکھی تو وہ چل رہی تھی یہ دیکھ کر میری جان میں جان آئی۔ جس سمینہ نے اُن کے ہونٹوں پر چپکا ہوا ٹیپ اُتارا۔ پھر اُن آدمیوں کی مدد سے اسلم کو ہم نے تابوت سے نکال کر زمین پر لٹا دیا۔

وہ سب لوگ سخت حیران تھے اُن کی زندگی میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ قبرستان میں ایک زندہ آدمی دفن کیا جا رہا تھا۔

میں نے فوراً اُن میں سے ایک آدمی کو ٹیکسی لانے کے لئے کہا۔ اور جتنے ٹیکسی آئی، مختصر طور پر کچھ حالات قبرستان کے منتظم کو بتائے تاکہ وہ مناسب انتظام اور کارروائی کر سکے۔ چند منٹ کے بعد ٹیکسی آئی تو میں اور سمینہ اسلم کو ٹیکسی میں ڈال کر گھر لے آئے، گھر آکر فوراً ہی عارضی طور پر ایک ڈاکٹر کو بلایا گیا، اور ڈاکٹر مہتہ کو فون کر دیا گیا۔

پہلا ڈاکٹر ہوش میں آنے کے انجکشن لگا چکا تھا کہ ڈاکٹر مہتہ بھی آ گئے اور خدا کا شکر ہے کہ ان دونوں ڈاکٹروں کی مشترکہ کوششوں سے میرا واحد دوست اسلم بچ گیا۔

محمود اپنا قصہ ختم کر چکا تو میں نے مشکورانہ نظروں سے محمود اور سمینہ کی جانب دیکھا پھر ڈاکٹر مہتہ سے سوال کیا۔

،، ڈاکٹر مہتہ عرفان نے کسی خاص قسم کا زہر کا انجکشن دیکر میرے تمام اعضاء

۷۵

مفلوج کر دیئے تھے، صرف دماغ کو تا تھا، جسم بالکل بے جان ہو چکا تھا۔

"یقیناً وہ چیز عارضی ہوگی ____" ڈاکٹر مہتہ نے جواب دیا ____ "کیونکہ ہم لوگوں نے تمہیں صرف طاقت کے انجکشن دیئے ہیں، ہوش میں آنے کے بعد تمہارے اعضاء خود بخود بالکل ٹھیک ہو چکے تھے۔

میں نے باری باری تمام لوگوں کا پر جوش الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔

پھر یکایک مجھے عرفان اور شمونہ کا خیال آیا تو میں نے کہا۔

"لیکن ڈاکٹر مہتہ اور محمود ____ تم لوگ بھی عجیب بے فکر انسان ہو شمونہ اور عرفان کا کیا ہوا؟

ہمیں کچھ نہیں معلوم" ____ محمود نے شانوں کو حرکت دیتے ہوئے لا پرواہی سے کہا "میرے لئے شمونہ اور عرفان کو تلاش کرنے سے زیادہ اہم تمہاری زندگی تھی"۔

"یہی میں بھی کہہ سکتا ہوں" ____ ڈاکٹر مہتہ نے جواب دیا

"بہرحال اب تو میں بچ گیا ہوں"۔ میں نے بستر سے اترتے ہوئے کہا۔ "اب ہمیں دیر بالکل نہیں کرنی چاہئے، ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ فرار ہو جائیں۔

"لیکن آپ ابھی کمزور ہیں۔ سمینہ نے متفکر لہجہ میں کہا۔

اوہ! آپ میری فکر نہ کریں" میں نے جواب دیا ____ "میں بالکل ٹھیک ہوں"۔

ہمیں اسی وقت چل کر پہلے خفیہ پولیس کے انسپکٹر مسٹر کیلاش سے

ملنا چاہئے اور پھر پولیس کی امداد سے کر ان دونوں جگہوں پر چھاپہ مارنا چاہئے"
میری حالت چونکہ اب بالکل ٹھیک تھی اس لئے ڈاکٹر مہتہ نے بھی کوئی
اعتراض نہ کیا اور ہم لوگ چیف انسپکٹر مسٹر کیلاش سے ملنے کے لئے روانہ
ہو گئے ۔

وائی حامد کا تعاقب کیا جا رہا ہے

مسٹر کیلاش سارے واقعات سُن کر حیرت میں رہ گئے، اور فوراً ہماری امداد کے لئے تیار ہو گئے۔

سب سے پہلے اُنھوں نے تیمور اور عرفان کے وارنٹ بنوائے پھر پولیس کا ایک مسلح دستہ لے کر ہمارے ساتھ چل پڑے۔

اس تمام کام میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہو گیا۔ میری درخواست پر سپاہی تمام سادہ لباسوں میں ملبوس تھے اور پستولوں سے مسلح تھے۔ سب سے پہلے ہم تینوں کاروں میں بیٹھ کر جیج گیٹ والی کوٹھی پہ گئے، لیکن وہاں جا کر دیکھا تو کوٹھی میں تالا پڑا ہوا تھا۔ مسٹر کیلاش نے اپنے اختیارات سے کام لیکر تالا توڑ دیا، اور کوٹھی میں گھس گئے، مگر اندر کوئی کارآمد چیز نہ مل سکی، کوٹھی

کہ عام حالت سے معلوم ہوتا تھا کہ رہنے والے جلدی میں تھوڑا بہت سامان لے کر بھاگ گئے ہیں۔

میں نے وہاں ٹھہرنا لا حاصل دیکھ کر کہا۔

"چلئے مسٹر کیلاش یہاں ٹھہرنا فضول ہے۔ آیئے دوسری جگہ چلتے ہیں"

"چلئے" مسٹر کیلاش نے کہا ـــــ اور ہم لوگ موٹروں میں بیٹھ کر ان کوٹھیوں پر پہنچے جن کے بارے میں سمینہ اور تموینہ نے ذکر کیا تھا۔

یہاں جس کوٹھی میں سمینہ کو قید کیا گیا تھا وہ تو بند تھی اور دروازہ پر تالا لگا ہوا تھا، البتہ برابر والی کوٹھی کا دروازہ کھلا ہوا تھا ـــــ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھٹکھٹا دیا، ایک بوڑھی عورت نے پوچھا

"کس سے ملنا ہے"؟

"مس فرزانہ سے" میں نے جواب دیا

یہاں تو اس نام کی کوئی مس نہیں رہتیں" بوڑھی دلالہ نے جواب دیا۔ اور وہ چاہتی تھی کہ دروازہ بند کر دے میں نے فوراً اسے پیچھے دھکیل کر دروازہ کھول دیا، اور پستول نکال کر اس کے سینے پر رکھتے ہوئے کہا۔

"سچ سچ بتاؤ ڈاکٹر عرفان کہاں گیا ـــ"

"مجھے نہیں معلوم ـــــ" عورت نے کانپتے ہوئے کہا ـــ

لیکن اس کی شیطانی آنکھوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔

سمینہ، محمود، ڈاکٹر مہتہ اور مسٹر کیلاش بھی اب اندر داخل ہو چکے تھے، عورت کے بار بار انکار کرنے پر مسٹر کیلاش نے کہا

مسٹر اسلم یہ قتامہ اس طرح نہیں مانے گی۔ میں اس کا ابھی علاج کرتا ہوں، یہ کہہ کر انہوں نے دو سپاہیوں کو آواز دی، اور بوڑھی عورت کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے اُسے اندر کمرے میں لے گئے، ہم چاروں بھی اُن کے ساتھ تھے، باقی سپاہی اس کوٹھے کے اور برابر والی کوٹھی کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گئے۔

وہ دونوں سپاہی جنہیں مسٹر کیلاش نے بلایا تھا آ گئے تو مسٹر کیلاش نے سپاہیوں سے پوچھا،

"تمہارے پاس رسیاں ہیں؟"

"جی ہاں ــــــ سپاہیوں نے جواب دیا

مسٹر کیلاش نے چھت میں لگے ہوئے دو آہنی ہکوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا

ڈوریاں اس میں باندھ دو

سپاہیوں نے فوراً رسیاں باندھ دیں اور حکم کے منتظر کھڑے ہو گئے۔ مسٹر کیلاش نے اب بڑھیا کو مخاطب کر کے کہا۔

"اب بھی بتاتی ہے یا نہیں؟

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ مجھے کچھ نہیں معلوم" بڑھیا نے مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔ "یہاں اس نام کے کوئی آدمی نہیں رہتے"

دراصل یہی بات تھی جس سے پتہ چلتا تھا کہ بڑھیا جھوٹ بول رہی ہے
چنانچہ مسٹر کیلاش نے سپاہیوں کو حکم دیا
" اس مکار بڑھیا کو ان رسیوں میں لٹکا دو "
بڑھیا چیخنے چلانے لگی، لیکن سپاہیوں نے کوئی پرواہ نہ کی
اور اُسے زبردستی اُلٹا لٹکا دیا۔
کوئی ڈیڑھ منٹ بڑھیا کو اُلٹا لٹکے ہوئے گذرا ہو گا کہ اس کی
عقل ٹھکانے آگئی اس نے چلاتے ہوئے کہا
" خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو ــــ میں سب بتا دوں گی "
ہاں! اب آئی سیدھی راہ پر ـــــ مسٹر کیلاش نے مسکرا کر کہا
اور سپاہیوں کو اشارہ کیا کہ وہ اُسے کھول دیں
سپاہیوں نے آہستہ سے اُسے کھول کر زمین پر کھڑا کر دیا۔
" اب بتاؤ، میں نے پوچھا۔
" وہ لوگ چلے گئے " ــ ؟ بڑھیا نے کہا
" کہاں ـــ " ؟ میں نے سوال کیا
" گوا کو " ـــــ بڑھیا نے جواب دیا۔ وہاں سے وہ مصر جائیں گے
" کس طرح گئے ہیں " ؟ مسٹر کیلاش نے سوال کیا۔
" اُن کے پاس انجن سے چلنے والی بڑی کشتی تھی ؟
" ہوں " ـــــ مسٹر کیلاش نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔ " کتنی دیر ہوئی
اُن کو گئے ہوئے "

کوٹھی سے تو وہ رات ہی چلے گئے تھے۔ لیکن آج سارا دن وہ ایک ہوٹل میں رہے تاکہ سفر کی ضروری تیاریاں کر سکیں ۔۔۔ کشتی کو روانہ ہوئے، صرف دو گھنٹے ظاہر ہوئے ہونگے۔"

"دو گھنٹے" میں نے اچھلتے ہوئے کہا، پھر بے تابی کے ساتھ مسٹر کیلاشش سے کہا ۔۔۔ چلئے مسٹر کیلاشش، ابھی وقت ہے ہم اُن کا تعاقب کر سکتے ہیں"

"لیکن کس طرح" ۔۔۔ مسٹر کیلاشش نے کہا، ہمیں بندرگاہ تک پہنچتے پہنچتے اور کوئی تیز رفتار اسٹیمر حاصل کرتے کرتے ایک ڈیڑھ گھنٹہ اور لگ جائیگا، گویا ساڑھے تین چار گھنٹے کا فرق پڑ جائیگا۔ پھر آپ ہی سوچئے ہم ان کو کس طرح پکڑ سکتے ہیں جبکہ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ اُن کا اسٹیمر کس قسم کا تھا۔ اور کتنا تیز چل سکتا تھا۔"

"پھر بھی ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑیگا" میں نے بے چینی سے کہا۔ "وہ اس طرح اگر ہاتھوں سے نکل گئے تو ساری کوشش بے کار جائیگی۔"

"اچھا میں ابھی کچھ سوچتا ہوں ۔۔۔" مسٹر کیلاشش نے جواب دیا اور وہ پھر بڑھیا سے مخاطب ہوئے ۔۔۔

"وہ کل کتنے آدمی تھے"۔۔۔

"سات" بڑھیا نے جواب دیا۔

"کون کون" ۔۔۔ مسٹر کیلاشش نے پوچھا ۔۔۔

"ڈاکٹر عرفان، مسز شیونہ، جولیا، مشانتی اور چار مرد ملازم جن میں سے ڈاکٹر عرفان کا لیبارٹری اسسٹنٹ ہے اور ایک اسٹیمر کا انجنیر"۔۔۔

"بس صرف یہ آٹھ آدمی ہیں کشتی پر" ؟

"جی ہاں !" بڑھیا نے جواب دیا۔

مسٹر کیلاش میری جانب مڑتے ہوئے بولے ۔

"اب تو صرف ایک ہی صورت ہے مسٹر اسلم !

"وہ کیا ؟" میں نے سوال کیا ۔

"وہ یہ کہ ہم لوگ کسی بمبار ہوائی جہاز میں بیٹھ کر ان کے تعاقب میں روانہ ہوں اور راستے میں ان کو بم گرا کر غرق کر دیں "

"لیکن کیا ہمیں اس بات کی اجازت مل سکے گی "؟ میں نے حیرت سے سوال کیا ۔

"یہ سوال اہم ہے ۔ میں ابھی چل کر چیف کمشنر، اور وزیر اعلےٰ سے مل کر سارا معاملہ ان کے سامنے رکھتا ہوں شاید وہ اجازت دیدیں "

"کیا آپ کے خیال میں وہ اجازت دے دیں گے "؟ ڈاکٹر جھنہ نے سوال کیا ۔

"شاید" مسٹر کیلاش نے کہا " وجہ اس کی یہ ہے کہ عرفان اور شیمونہ بڑے خطرناک مجرم ہیں ۔ ان کے تازہ جرم کے ثبوت میں ڈاکٹر اسلم کو زندہ دفن کرنے کا واقعہ موجود ہے ۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ہندوستان کی سرحد سے بھاگ کر دشمن کے علاقہ گوا میں پناہ لینے جا رہے ہیں ۔ جس سے یہ بات بھی ثابت ہو سکتی ہے کہ شاید وہ دشمن کے جاسوس تھے ۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ممکن ہے کہ ہمیں اجازت مل جائے ۔

اس کے علاوہ اُن کا تعاقب کرنے کی کوئی اور صورت نہیں ہے "۔

"بس تو پھر کوشش شروع کر دیجئے"۔ میں نے بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا ——— "وقت ضائع کرنا نقصان دہ ہے"۔

"لیکن مسٹر کیلاش"؟ یکایک محمود نے کہا ——— "فرض کیجئے ہمیں سرکاری طور پر اس اسٹیمر کو بمبارڈ کرنے کی اجازت مل جاتی ہے، اور ہم یہاں سے جہاز میں بیٹھ کر اُن کے تعاقب میں روانہ ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ تو سوچئے کہ اتنی بلندی سے ہم اُن کی کشتی کو کیسے پہچانیں گے"؟

"ہاں یہ سوال ہے"۔ مسٹر کیلاش نے سوچتے ہوئے کہا ——— پھر بڑھیا کو مخاطب کر کے پوچھا ———

"اے بڑھیا ——— تم نے وہ کشتی دیکھی ہے"۔

"جی حضور دیکھی ہے"۔ بڑھیا نے کانپتے ہوئے کہا ———

"کیسی ہے وہ"؟

"جی وہ بہت بڑی کشتی ہے اور اوپر بیچ سے بالکل ایک ہی جیسی ہے"۔

"کیا مطلب"؟ مسٹر کیلاش نے حیرت سے پوچھا ———

"جی میرا مطلب ہے اس کی چھت بالکل ایسی ہے جیسے ایک کشتی پر دوسری کشتی ڈھک دی گئی ہو"۔ ——— بڑھیا نے جواب دیا۔

"اس کا رنگ کیسا ہے"؟ ——— "بالکل سیاہ رنگ ہے"۔ بڑھیا نے جواب دیا۔

"بس ٹھیک ہے"۔ مسٹر کیلاش نے کہا ——— "ہم اس بڑھیا کو بھی اپنے ساتھ لے چلیں گے۔ یہ پہچان لے گی"۔

"چلئے تو پھر جلدی کیجئے"، میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ہم سب لوگ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے مسٹر کیلاش نے کوٹھیوں کے بارے میں اپنے ماتحتوں کو کچھ ہدایات دیں اور ایک موٹر میں بیٹھ کر ہم سب لوگ چیف کمشنر کی کوٹھی کو روانہ ہو گئے ــــــ بڑھیا ہمارے ساتھ تھی۔

خوش قسمتی سے چیف کمشنر مل گئے۔ ہم نے مختصر طور پر سارا واقعہ انھیں سنایا اور شہادت کے طور پر بڑھیا کو پیش کیا، وہ تعاقب کے بارے میں ساری تجویز سن کر کچھ سوچتے رہے، پھر بولے۔

"چلئے میں آپ لوگوں کو وزیرِ اعلیٰ کے پاس لے چلتا ہوں شاید وہ معاملے کی اہمیت کو سمجھ کر اجازت دے دیں"

چنانچہ وہاں سے ہم لوگ وزیرِ اعلیٰ کی کوٹھی پر گئے ــــــ سارے واقعات سننے کے بعد وزیرِ اعلیٰ بہت متاثر ہوئے۔ اور بولے

اگرچہ یہ بات غیر قانونی ہے کہ بغیر کسی عدالت کا فیصلہ لئے ہم انھیں ہلاک کر دیں۔ لیکن چونکہ وہ لوگ سوسائٹی کے دامن پر ایک بدنما داغ ہیں، اور اب فرار ہو کر دشمن کے علاقہ میں جا رہے ہیں اسلئے میں اجازت دیئے دیتا ہوں، آپ لوگ فوراً ہوائی اڈے پر پہنچ جائیں، وہاں آپ کو ایک طیارہ مل جائیگا آپ کے پہنچنے تک میں وزیرِ دفاع کو فون کر دوں گا، وہ اس کا انتظام کر دینگے۔

ہم لوگوں نے ان کا شکریہ ادا کیا، اور موٹر میں بیٹھ کر فوراً ہوائی اڈے کو روانہ ہو گئے ــــــ

تقریباً آدھا گھنٹہ ہمیں راستہ میں لگ گیا۔ ہوائی اڈہ پر پہنچے تو

ہمبار ہوائی جہاز ہمارا منتظر کھڑا تھا۔

ہوائی اڈے کا افسرِ اعلیٰ مسٹر کیلاسش کو جانتا تھا اُس نے بڑھ کر ہم سب سے ہاتھ مِلایا اور کہا

"ابھی ابھی وزیرِ دفاع کا فون آیا تھا، اُن کے حکم کے مطابق آپ کے لئے ہمبار جہاز شیڈ سے نکال کر سفر کے لئے تیار کر دیا گیا ہے"

ہم لوگوں نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور جہاز میں سوار ہو گئے۔

دس منٹ بعد ہی ہم لوگ تین سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سمندر پر پرواز کر رہے تھے۔ غالباً یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہمارا رُخ گوا کی جانب تھا۔ ڈیڑھ گھنٹے کے سفر کے بعد ہی ہمیں وہ کشتی مِل گئی، سیاہ رنگ کی ایک چھوٹی سی کشتی سمندر کے وسیع سینے پر ہچکولے کھاتی ہوئی بھاگی چلی جا رہی تھی۔

میں اس کشتی کو دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ وہ بالکل اس طرح کی تھی جیسے کسی ہوائی جہاز کے پر توڑ کر اُسے سمندر میں تیرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہو۔

بڑھیا کو مسٹر کیلاسش نے دوربین دیتے ہوئے کہا ــــــ

"نیچے دیکھو اور بتاؤ کہ یہ وہی کشتی ہے" ــــــ ؟

بڑھیا نے دوربین لے کر غور سے دیکھا اور پھر بولی

"ہاں وہی ہے"

مسٹر کیلاسش نے جہاز کے پائلٹ سے کہا کہ وہ ذرا نیچے

جہاز کو اُتارے ـــ اشارہ پاتے ہی پائلٹ نے جہاز کو ایک غوطہ دیا اور ہم لوگ بالکل کشتی کے سر پر چکر کاٹنے لگے۔

"بس یہیں بم پھینکا جائے"۔ مسٹر کیلاش نے فون پر پائلٹ سے کہا ـــ

"بہت اچھا"، پائلٹ نے جواب دیا۔

دوسرے ہی لمحہ جہاز کو ایک جھٹکا لگا اور ایک بڑا سا بم جہاز سے کشتی کی طرف چلا

جہاز بم پھینکتے ہی بلندی پر چڑھنے لگا۔ ہم لوگ شیشوں کی راہ سے نیچے دیکھ رہے تھے ـــ

ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ بم پانی پر گرتے ہی پھٹا، اور دھوئیں کی ایک دبیز چادر سطح سمندر پر چھا گئی ـــ

ہمارا جہاز اسی طرح چکر کاٹتا رہا ـــ

کوئی چار پانچ منٹ کے بعد دھواں چھٹ گیا تو ہم نے دیکھا کہ وہ سیاہ کشتی لاپتہ تھی۔ صرف سطح سمندر پر سفید سفید جھاگ تیر رہے تھے۔

یہ دیکھ کر ہم سب نے ایک اطمینان کا سانس لیا ـــ اور ہم لوگ واپس بمبئی کی جانب روانہ ہو گئے۔

ہوائی اڈے پر اُتر کر مسٹر کیلاش کا ہم نے بہت بہت شکریہ ادا کیا اور مسٹر کیلاش نے ہمارا شکریہ ادا کیا۔ کہ ہم نے قتل کے تین کیسوں کا راز حل کر دیا اور مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا ـــ ڈاکٹر مہتہ نے

مسکرا کر کہا۔
"کیوں ڈاکٹر اسلم! اب تو آپ کو یقین ہو گیا ۔۔۔ کہ آپ کے دشمن مر چکے ہیں۔"
"ہاں یقین تو ہو گیا ۔۔۔ لیکن ۔۔۔"
"کیا اب بھی کوئی "لیکن" باقی رہ گئی ہے" ڈاکٹر مہتہ نے ہنس کر کہا۔
"ہاں ۔۔۔" میں نے سنجیدگی سے کہا، "اگر وہ سیاہ کشتی جیسی کہ اُس کی ساخت ظاہر کر رہی ہے آبدوز کشتی تھی تو اب بھی "لیکن" کا امکان باقی ہے۔"

ڈاکٹر مہتہ نے ایک قہقہہ لگایا، اور بولے ۔۔۔
"وہم کا علاج تو میرے دوست سُنا ہے صرف حکیم لقمان کے پاس تھا۔ اسلئے اس کا علاج نہیں کر سکتا ہوں، نہ محمود اور مسٹر کمیلاسٹس ۔۔۔؟"
"لیکن میں کر سکتی ہوں" یکایک سمینہ نے آگے بڑھ کر کہا اور میرے بازو میں بازو ڈال کر بولی ۔
"چلئے ڈاکٹر اسلم ۔۔۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے، گھر پر امی انتظار کر رہی ہوں گی۔"
پھر وہ مڑ کر بولی ۔
"ڈاکٹر مہتہ وہم کا علاج یہ ہے کہ کبھی بھوکے نہ رہیئے۔"
ہم سب ہنس پڑے ۔ میں سمینہ کے ساتھ چل پڑا، لیکن پھر فوراً مجھے محمود کا خیال آیا ۔ میں نے رک کر پلٹ کر دیکھا تو محمود نے کہا،

"تم ہمارا فکر مت کرو ۔ ہمیں اور ڈاکٹر مہتہ کلب جا رہے ہیں ۔ وہاں امید ہے کہ ہم دونوں کو ایک ایک ہم رقص ضرور مل جائیگا ۔"

مسٹر کیلاسش نے بڑھیا کو آگے چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا ، اور میں فی الحال ان بڑی بی کو حوالات میں رقص کرنے کے لئے چھوڑنے جا رہا ہوں اس کے بعد میں گھر جاؤں گا ، کیونکہ میری خوبصورت بیوی آپ لوگوں کو کوس رہی ہوگی ۔"

ایکبار پھر ہم سب لوگوں نے فلک شگاف قہقہے لگائے ، اور سب مطمئن و مسرور تین مختلف ٹیکسیوں میں بیٹھ کر تین مختلف منزلوں کو روانہ ہو گئے ۔

---

hd.
13/5.

hd
13/5

hd
13/5

چار بے حد دلچسپ ناول

نیما جو بک گئی نیما ایک معصوم لڑکی تھی۔ اس کی ماں اور اس کی بہنوں کی آنکھیں فلمی دنیا کی جگمگاہٹ، شان دار کاروں اور چاندی کی چمک سے چندھیا گئیں اور انھوں نے نیما کو اسکے شوہر کے آغوش سے نکال کر فلمی دلالوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ بمبئی کی فلمی دنیا اور اس کے فلمی اور غیر فلمی دلالوں کے گھناؤنے کارناموں کی سچی تصویر دیکھنی ہو تو نیما جو بک گئی پڑھیے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے

اندھیرے • اس مرد سے نفرت کیجیے •• اس نے ایک الھڑ لڑکی کو سونے کی زنجیروں میں قید کیا ••• اُس نے اسے اپنی ہم عمر لڑکی کی ماں بنا دیا •••• اُس نے اُسے اندھیرے میں چھوڑ کر خود چین کی بنسری بجائی۔ اختر عادل روپ کا لکھا ہوا ناول اندھیرے قیمت دو روپے

ساحل وہ بچپن میں عیش و آرام کے سمندر میں کھیلتی رہی، لیکن جب جوان ہوئی تو اپنے کو مصائب کے سمندر میں گھرا پایا۔ اُس سے محبت بھی کی گئی اور نفرت بھی۔ لیکن وہ طوفان سے کھیلتی اور موجوں سے ٹکراتی آخر ایک دن ساحل پر جا کھڑی ہوئی۔ عشرت رحمانی کا لکھا ہوا ناول ساحل جو ہاتھوں ہاتھ بک رہا ہے۔ قیمت تین روپے

جلن آپ نے کبھی مجبور جوانی کی دبی ہوئی سسکیاں سُنی ہیں۔ کبھی آپ نے شدت سے عورت کے جسم کی خواہش کی ہے۔ کبھی آپ نے کسی دوشیزہ کے دل کی دھڑکنوں کا احساس کیا ہے۔ یہ ایک ایسے مرد کی داستان ہے جسے محبت کے جرم کے عوض جلنے کا عتاب ملا۔ جلن کرشن گوپال عابد نے لکھا ہے۔ اور شمع بک ڈپو نے شائع کیا ہے۔ اس نام کی دوسری کتاب خرید کر دھوکا نہ کھائیں۔ قیمت دو روپے

چچا بکگڑ لو۔ پھاٹک حبش خاں۔ دہلی۔

ملک کے مشہور و معروف مصنّفین کے لکھے ہوئے ناول

ناگن حصّہ اوّل	۲-۰-۰	دودھ کی قیمت	۲-۴-۰
ناگن 〃 دوم	۲-۰-۰	پتھر کے پھول	۳-۰-۰
شیمونہ (ناگن کا تیسرا حصّہ	۳-۰-۰	چغد	۳-۰-۰
میری پہلی رات	۱-۸-۰	شادی	۲-۰-۰
۲۰۴ لڑکیاں	۲-۰-۰	خوفناک عورت	۳-۰-۰
قتالہ	۴-۰-۰	ایک مرد	۳-۰-۰
جوانی کی آگ	۲-۴-۰	راکھ تلے	۲-۰-۰
پیاسی جوانی	۳-۰-۰	سڑک کے کنارے	۳-۰-۰
سوزِ شبِ غم	۴-۰-۰	ہچکیاں	۳-۸-۰
قربانی	۲-۱۲-۰	فنکاری عورتیں	۳-۰-۰
عجیب لڑکی	۳-۰-۰	ٹھنڈا گوشت	۳-۰-۰
برسات کے دن برسات کی راتیں	۲-۸-۰	ایک کہانی فراڈ پانچ	۲-۰-۰
سمندر اور لہریں	۴-۰-۰	پیر نابالغ	۲-۰-۰
بکواس	۳-۰-۰	کڑوی کہانی	۲-۸-۰
مولانا	۳-۰-۰	لالہ رنگ	۲-۸-۰
بقراط	۲-۸-۰	کرایہ کی بیوی	۲-۰-۰
سسرال	۲-۰-۰	بند کمرے میں	۲-۸-۰
تتیا	۲-۸-۰	خاک و پروانہ	۳-۴-۰

گنہگار	خان محبوب طرزی	۲-۴-۰۰	ریشمی پتھر	مسعود جاوید	۳-۰-۰۰
شعلہ	"	۵-۰-۰۰	پر اسرار روح	"	۳-۰-۰۰
دردانہ	"	۲-۰-۰۰	لاشوں کا کھیل	"	۳-۸-۰۰
سیلاب	"	۳-۰-۰۰	محمد بن قاسم	نسیم حجازی	۵-۰-۰۰
انجمن	"	۳-۰-۰۰	داستان مجاہد	"	۴-۰-۰۰
ناز کدا	"	۳-۰-۰۰	یوسف بن تاشفین	"	۶-۰-۰۰
سبز مینار	"	۳-۸-۰۰	شہزادہ حبش	عبدالحلیم شرر	۳-۰-۰۰
شباب قرطبہ	"	۵-۰-۰۰	بغداد کی حسینہ	"	۳-۸-۰۰
فولادی پتلے	"	۲-۰-۰۰	اُم آبان	صادق سردھنوی	۳-۰-۰۰
ہجرت	مائل ملیح آبادی	۳-۸-۰۰	فتح خیبر	"	۳-۸-۰۰
مرگ یزید	"	۲-۸-۰۰	فتح یرموک	"	۳-۰-۰۰
آبرو	"	۱-۸-۰۰	صلیبی جہاد	"	۴-۸-۰۰
گنہگار جاسوس	بدنام رفیعی	۳-۰-۰۰	ہاشمی دوشیزہ	"	۴-۸-۰۰
مجرم کون	"	۴-۰-۰۰	پہلی صلیبی جنگ	"	۴-۸-۰۰
چنارم کے اسرار	"	۴-۰-۰۰	حور مراقش	"	۴-۰-۰۰
دغاباز حسینہ	"	۲-۰-۰۰	عجیب جنگ	"	۴-۰-۰۰
بنت فرعون	کلام۔ بی۔ اے	۳-۸-۰۰	سسلی کی ساحرہ	"	۴-۰-۰۰
بھوتوں کا شہر	اظہار اثر	۲-۰-۰۰	شیر سوڈان	"	۴-۰-۰۰
موت کا شہر	اکرم الہ آبادی	۲-۸-۰۰	دوشیزہ مصر	اشرف بھوپالی	[illegible]-۸-۰۰

چائک ڈپو پھاٹک حبش خاں۔ دہلی